28 اگست تا 3 ستمبر 2008ء / 25 شعبان تا یکم رمضان 1429ھ

روزہ: اللہ کے احسان کا شکریہ

روزہ انبیاء علیہم السلام کی صرف پیروی اور تقلید ہی نہیں، بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان احسان کا، جو اس نے پیغمبر صادق کے ذریعہ انسانوں پر کیا، شکریہ ہے اور اس کی احسان شناسی کا احساس ہے۔ وہ کتاب الٰہی، وہ تعلیم ربانی، وہ ہدایت روحانی، جو ان ایام میں انسانوں کو عنایت ہوئی، جس نے ان کو شیطان سے فرشتہ اور ظلماتی سے نورانی بنایا، پستی و ذلت کے عمیق غار سے نکال کر ان کو اوج کمال تک پہنچایا، ان کی وحشت کو تہذیب و اخلاق سے، ان کی جہالت کو علم و معرفت سے، ان کی نادانی کو حکمت و دانائی سے، اور ان کی تاریکی کو بصیرت اور روشنی سے بدل دیا، جس نے ان کی قسمتوں کے پانسے الٹ دیئے اور فضل و دولت اور خیر و برکت کے خزانوں سے ان کے کاشانوں کو معمور کر دیا، جس نے ذرّہ بے مقدار کو آفتاب اور مشت خاک کو ہمدوش ثریا بنا دیا، قرآن پاک اپنے الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''اور (یہ رمضان کا روزہ) اس لیے (فرض ہوا) تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو کہ تم کو اس نے ہدایت دی، اور تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔''

سیرۃ النبیؐ (جلد پنجم)
سید سلیمان ندوی

زر دار ندار زرداری دار

ولایت کا مفہوم اور......

حکمت و آداب صوم کے تشریعی اصول

رمضان المبارک اور قیام اللیل

کوئی خدا نہیں، مگر اللہ

بوسنیائی مسلمانوں کی تحریک آزادی

یہ وہ سحر تو نہیں

خون کے دھبے دھلیں گے......

عالم اسلام

سورۃ الانعام

(آیات:155۔158)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝﴾

”اور (اے کفر کرنے والو) یہ کتاب بھی ہمیں نے اُتاری ہے برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو، تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔ (اور یہ اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اُتری تھیں۔ اور ہم اُن کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے۔ یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے (لوگوں کو) پھیرے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم اُن کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔ یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود تمہارا پروردگار آئے یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں۔ (مگر) جس روز تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے۔ (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہوگا۔ اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی۔“

یہ وہی انداز ہے جو اس ضمن میں سورۃ المائدہ میں آیا ہے۔ وہاں اہل کتاب مخاطب تھے، یہاں مشرکین مکہ سے خطاب ہے۔ فرمایا کہ ہم نے ایک بابرکت کتاب نازل کی ہے، تاکہ تم اِس کی پیروی کرو۔ اور اس لیے اتاری کہ تم پر حجت ہو۔ کہیں تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔ ہم کیا جانیں عبرانی زبان، ہماری زبان تو عربی ہے۔ ہمیں کیا معلوم تورات اور انجیل میں کیا لکھا ہے۔ اختلاف زبان کے عذر کی وجہ سے ہم پر کوئی گرفت نہیں ہونا چاہیے۔

یا تم یہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی ہوتی تو ہم اُن لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوتے۔ ان بے وقوفوں نے تو اللہ کی کتابوں کی قدر نہ کی۔ ہمیں اگر اللہ کتاب دیتا تو ہم بتاتے کہ اللہ کی کتاب کی قدر کیسے کی جاتی ہے۔ تو اے بنی اسماعیل! اب تمہارے رب کی طرف سے بینہ آ گئی ہے اور ہدایت اور رحمت بھی۔ سورۃ البینہ میں رسول اللہ ﷺ کو بھی بینہ کہا گیا ہے۔ آپؐ بھی ہدایت اور رحمت ہیں۔ اور وحی الٰہی بھی ہدایت اور رحمت ہے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور اس سے پہلو تہی کرے۔ عنقریب ہم اُن لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنی کتراتے ہیں بہت ہی برے عذاب سے دوچار کریں گے بسبب اس کے کہ وہ کنی کتراتے ہیں۔

کیا اب ان کو اس بات کا انتظار ہے کہ یا تو فرشتے آ جائیں یا آپ کا رب خود آ جائے یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آ جائے۔ اللہ کا نزول اجلال بھی ہو گا۔ فرشتے پرے باندھے قطار در قطار کھڑے ہوں گے اور قصہ زمین برسرِ زمین چکا دیا جائے گا۔ تو کیا یہ لوگ اس دن کے انتظار میں ہیں جس دن آپ کے رب کی کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی، مگر وہ وقت تو ایسا ہوگا کہ کسی شخص کے لیے جو پہلے سے ایمان نہ لا چکا یا اس نے اپنے ایمان کے ساتھ کچھ نیکیاں نہیں کما لیں ایمان لانا نافع نہ ہو گا۔ کیونکہ جب غیب کا پردہ اٹھا دیا جائے تو امتحان کیا ہوا۔ سامنے دیکھ کر تو کٹر سے کٹر کافر بھی سب سے بڑھ کر عابد و زاہد بن جائے گا۔ تو ٹھیک ہے، اے پیغمبر ان سے کہہ دیجیے، تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں کہ اللہ کا فیصلہ کس کے حق میں کیا ہوتا ہے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

”......تب اللہ تمہاری دُعائیں قبول نہیں کرے گا“

عَنْ حُذَيْفَةَ ابْنِ الْيَمَانِ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ)) (رواہ الترمذی)

حضرت حذیفہ ؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ (اے مسلمانو!) تم لازماً حکم دو گے معروف کا اور لازماً روکو گے منکر سے۔ (اگر تم نے ایسا نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے لازماً عذاب نازل کرے گا اور پھر تم اس کو پکارو گے لیکن وہ تمہاری دعائیں قبول نہیں کرے گا۔“

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''زر دار ندار زرداری دار''

اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوۂ صبر و رضا پر کار بند ہوں اور اِس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں۔ یہ الفاظ کسی مذہبی رہنما یا کسی مسجد کے خطیب کے نہیں بلکہ معمارِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ہیں، جو انہوں نے گیارہ جولائی 1946ء کو حیدر آباد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ اِس کے باوجود بعض عناصر کا یہ کہنا کہ مسلم لیگی قیادت کے پیش نظر ایک اسلامی ریاست کو معرض وجود میں لانا نہیں تھا بلکہ محض مسلمانوں کا ایک ملک بنانا مقصود تھا تا کہ ہندوؤں کے معاشی استحصال سے محفوظ رہا جا سکے، یہ ڈھٹائی اور میں نہ مانوں کی واضح مثال ہوگی۔ ہماری رائے میں یہ اِسی انحراف کا نتیجہ ہے کہ اسلامی ریاست کا بننا تو دور کی بات ہے، ایک مسلمان ملک کی حیثیت سے پاکستان کی آزادی اور خود مختاری ایک سوالیہ نشان بن گئی ہے۔ غیر جانبدار دانشور حضرات ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے کہ عالمی قوتوں خصوصاً امریکہ کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے لیکن نائن الیون کے بعد گویا ہم نے اپنی خود مختاری امریکہ کے پاس گروی رکھ دی۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے عرض کیا تھا کہ ہر حکمران کے جانے پر عوام خوش ہو کر نعرہ لگاتے ہیں، 'خس کم جہاں پاک' لیکن بعد میں احساس ہوتا ہے کہ نئے آنے والے سے تو جانے والا ہی بہتر تھا۔

ہمارے حکمران امریکہ سے ڈکٹیشن لیتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے، تا کہ اپنوں کے سامنے بھی بھرم قائم رہے اور دنیا پر بھی ظاہر کیا جا سکے کہ ہم آزاد اور خود مختار ملک کے باسی ہیں۔ لیکن ہمارے نئے متوقع صدر جناب آصف علی زرداری نے یہ تکلف بھی برقرار نہیں رکھا۔ فرماتے ہیں کہ ہم سارے جج بحال نہیں کر سکتے اِس لیے کہ مشرف کو ہٹانے کے لیے جن قوتوں سے ہم نے مدد حاصل کی تھی اُن سے ہم نے کچھ وعدے کیے ہیں۔ اور جو زبانی اور تحریری وعدے اُنہوں نے میاں محمد نواز شریف کے ساتھ کیے تھے اُن کے بارے میں اُنہوں نے کہا ہے کہ وعدہ کوئی قرآن اور حدیث نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ وہ شخص کہہ رہا ہے جو چند دن بعد مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی حیثیت سے حلف اُٹھاتے ہوئے کہے گا کہ اللہ واحد ہے لاشریک ہے اور حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ حیرت کی بات ہے اور بحیثیت قوم تُف ہے ہم پر کہ ہم ایک ایسے شخص کو سربراہ مملکت بنانے کو ہیں جسے دین میں عہد کی پاسداری کی اہمیت کا علم ہی نہیں۔ اسلام ہی نہیں انسانیت کا آغاز ایک عہد سے ہوا تھا۔ انسانوں کو جسم عطا کرنے سے پہلے اللہ رب العزت نے تمام انسانی ارواح کا اجتماع کر کے پوچھا الست بربکم "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"۔ جس پر ہم نے واضح طور پر کہا: بلیٰ! ۔ اِس معاہدے کے بعد انسان کو جسم دے کر دنیا میں بھیجا گیا۔ پھر ہم ایک معاہدے کے تحت مسلمان ہوئے۔ وہ معاہدہ تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی ہم اقرار اور اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن پاک میں ایک سے زائد مرتبہ آیا کہ عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی (ان العھدا کان مسئولا)۔ نبی اکرم ﷺ نے عہد پورا کرنے کی جیسی نظائر قائم کیں صرف اُن پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ وعدہ کو ایفا کرنے کے حوالہ سے آپ مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہم ایک ایسے شخص کو سربراہِ مملکت بنا رہے ہیں جو وعدہ کرنا اور توڑ دینا ایک کھیل سمجھتا ہے۔ یہ عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ بہر حال ہم جس راستے پر چلے تھے یہ اُس کا منطقی انجام ہے۔ جَو کی بوائی کرنا اور گندم کی امید رکھنا حماقت اور جہالت کے سوا کیا ہے۔ (باقی صفحہ 10 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
17	28 اگست تا 3 ستمبر 2008ء 25 شعبان تا یکم رمضان 1429ھ	35

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

وادیٔ کشمیر میں بیداری

ماضی میں جب بھی مقبوضہ کشمیر میں ''آزادی، آزادی'' کے نعرے لگتے، تو بھارتی حکومت یہ واویلا مچانے لگتی کہ یہ پاکستانی ایجنٹوں کی کارستانی ہے ورنہ کشمیری تو بہت آرام وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وادی میں خوشحالی اور ترقی کا دور دورہ ہے۔ اب پچھلے چند ماہ میں کشمیری مسلمانوں نے بھارتیوں کے خلاف زبردست احتجاج کر کے اور اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھارتی حکومت دنیا اور اپنے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں مصروف تھی۔ اب ہر بھارتی ٹیلی ویژن پر دیکھ رہا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کا بچہ بچہ آزادی کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔ سب کشمیری بھارت کے غاصب قبضے سے نجات چاہتے ہیں۔ جلسوں میں پاکستانی جھنڈے لہرائے اور بھارتی حکومت کے خلاف نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ اب ہر حساس بھارتی یہ جان گیا ہے کہ ساٹھ سال ساتھ رہنے کے باوجود وادیٔ کشمیر کے لوگ بھارت کا حصہ نہیں بننا چاہتے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اب بھارتی صحافی، دانشور اور ادیب اپنی حکومت سے مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ وہ برسوں قبل کیا گیا اپنا وعدہ نبھائے......یعنی وادی میں استصواب رائے کرائے۔ وہ ثابت کر دے گا کہ کشمیری بھارت ہی میں رہنے کے خواہش مند ہیں یا آزادی چاہتے ہیں۔

یہ مطالبہ قانونی، انسانی، اخلاقی غرض ہر لحاظ سے برحق ہے، مگر ہٹ دھرم بھارتی حکومت اب بھی یہی راگ الاپ رہی ہے ''کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے'' لیکن وادیٔ کشمیر میں مظاہرے جاری رہے اور کشمیری مسلمانوں نے اپنی تحریک آزادی کا علم بلند کیے رکھا، تو وہ دن دور نہیں، جب وادی آخر کار بھارت کے پنجہ استبداد سے آزاد ہو جائے گی۔

پاکستان کو بنجر بنانے کا بھارتی منصوبہ

اطلاعات کے مطابق بھارتی سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بگلیہار ڈیم کو بھرنے لگے ہیں۔ معاہدے کی رو سے بھارتی حکومت 21 جون یا 31 اگست ڈیم کو بھر سکتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دریائے چناب میں کم از کم 50 ہزار کیوسک پانی چھوڑتی رہے۔ لیکن بھارتی حکومت چناب میں 20 ہزار کیوسک پانی چھوڑ رہی ہے جو معاہدے کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسی لیے حکومت پاکستان نے بھارتیوں سے شدید احتجاج کیا ہے۔

پاکستان کے انڈس کمشنر سید جماعت علی شاہ نے کہا ہے کہ بھارتی کمشنر نے وعدہ کیا ہے وہ مقبوضہ کشمیر میں محکمہ زراعت سے اعداد و شمار لے کر جواب دیتے ہیں۔ پاکستانی کمشنر نے وزارت خارجہ اور محکمہ پانی و بجلی کو بھی صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ یاد رہے، ماضی میں جون اگست کے مہینوں میں چناب میں 35 ہزار کیوسک پانی ضرور بہتا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ چناب میں صرف 20 ہزار کیوسک پانی آ رہا ہے۔ جبکہ مقبوضہ کشمیر میں وسیع پیمانے پر بارشیں ہوئی ہیں۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ بھارتی وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنے ڈیم بھر رہے ہیں۔ اب پاکستان کو پانی کی کمی منگلا ڈیم سے پوری کرنی پڑے گی تاکہ پاکستانی زراعت متاثر نہ ہو۔

پانی کی کمی عالمی بحران کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ آبادی میں اضافے اور بدلتے موسمی حالات کے باعث زمین سے تازہ پانی کے ذخائر غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ اُدھر بھارتی مقبوضہ کشمیر میں ڈیم بنا رہے ہیں تاکہ اپنی زراعت اور پینے کی ضرورت پوری کر سکیں۔ اِدھر پاکستانی یہی نہیں طے کر پائے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہیے یا نہیں۔

حکومت پاکستان نے نئے ڈیم نہیں بنائے، بھارت کو سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے سے نہ روکا اور پاکستانی صوبے آپس کے اختلافات دور نہ کر سکے، تو آنے والے وقت میں ہمیں پانی کی شدید کمی کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

فلپائنی حکومت کی وعدہ خلافی

دنیا میں ایسے کئی خطے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے مگر ان پر غاصبوں نے قبضہ کر رکھا ہے مثلاً چیچنیا، کشمیر، فلسطین، داغستان وغیرہ۔ انہی میں کچھ فلپائنی جزیرے بھی شامل ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ یہ مسلمان عرصہ دراز سے تحریک آزادی کا علم بلند رکھے ہوئے ہیں تاہم انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

فلپائنی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مورو اسلامک لبریشن فرنٹ ہے۔ چند ہفتے پیشتر فلپائنی حکومت اور فرنٹ کے مابین یہ معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کو محدود خود مختاری دے دی جائے گی۔ یہ معاہدہ فلپائنی مسلمانوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری تھا۔ گو انہیں مکمل آزادی نہیں لیکن محدود طور پر خود مختار رہ کر وہ پہلے کی نسبتاً زیادہ بہتر زندگی گزار سکتے تھے۔

لیکن یہ معاہدہ ہوتے ہی عیسائی رہنماؤں نے شور مچا دیا۔ عیسائی رہنماؤں نے صدر گلوریا ارویو پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اس نے معاہدہ ہی توڑ ڈالا۔

اس وعدہ خلافی کے بعد فرنٹ نے دوبارہ مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے اور فلپائنی فوج کے ساتھ زبردست جھڑپیں جاری ہیں۔ صلیبی جتنا بھی ظلم کریں۔ بالآخر فلپائنی مسلمانوں کی آزادی کا سورج طلوع ہو گا ان شاء اللہ

برطانیہ میں تعصب کی مثال

انگریزی بول چال والے مغربی ممالک میں خصوصاً ایک مسلمان کو روزمرہ معمول میں اکثر تعصب کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ جب سے عالمی ذرائع ابلاغ نے اسلام اور مسلمانوں کو بطور دہشت گردی کے نشان اجاگر کیا ہے، اس تعصب میں شدت آ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب مغربی ممالک میں بااثر اور کھاتے پیتے مسلمان بھی غیر مسلموں کی نفرت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں لندن پولیس کا اعلیٰ افسر مسلمان طارق غفور بھی شامل ہیں۔

طارق غفور یوگنڈا میں پیدا ہوا۔ پھر اس کے والدین لندن چلے آئے۔ 1974ء میں اس نے لندن پولیس میں ملازمت کر لی۔ آج وہ اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز ہے۔ اُس کا شمار لندن پولیس کے سینئر افسروں میں ہوتا ہے۔

حال ہی میں طارق غفور نے تعصب برتنے پر لندن پولیس کے خلاف 2.2 ملین ڈالر ہرجانے کا مقدمہ کھڑا کر دیا ہے۔ طارق کا کہنا ہے کہ انہیں نسل، مذہب اور عمر کی بنا پر عناد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مقدمے کا ایک فریق لندن پولیس کا سربراہ سر آئین بلیئر بھی ہے جسے متنازع افسر سمجھا جاتا ہے۔ اب اگلے ماہ ایک ٹریبونل طارق کے مقدمے کی سماعت شروع کرے گا۔

ایران کا مواصلاتی سیارہ

ایران کی ایرو سپیس آرگنائزیشن کے سربراہ رضا طاغی پور نے اعلان کیا ہے کہ ادارے نے کامیابی کے ساتھ ایک مصنوعی سیارہ خلا میں بھیج دیا ہے۔ یہ سیارہ مقامی ساختہ راکٹ کے ذریعے چھوڑا گیا ہے۔ رضا کا کہنا ہے کہ ایران اسلامی ممالک کے مواصلاتی سیارے بھی خلا میں پہنچانے کے لیے تیار ہے۔

یاد رہے، مصنوعی سیارے لے جانے والے راکٹ ہتھیار بھی لے جا سکتے ہیں۔ تاہم ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

صدر بشر الاسد کا دورۂ روس

شام کے صدر بشر الاسد نے روس کا دورہ کیا ہے تاکہ وہاں سے جدید ترین ہتھیار حاصل کر سکیں۔ اب روس اور امریکہ کے مابین سرد جنگ شروع ہونے سے ممکن ہے کہ روسی شام کو ٹینک شکن اور طیارہ شکن میزائل فروخت کر دیں۔

ولایت کا مفہوم اور

فرائض اور نوافل کے ذریعے قربِ الٰہی کا حصول

حدیث رسولؐ کی روشنی میں ایمان افروز بیان

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت، حدیث زیر درس کے بیان اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آج ہم جس حدیث کا مطالعہ کر رہے ہیں وہ نہایت اہم ہے، اِس حدیث میں اُن مضامین کا بہترین بیان آ گیا ہے، جو ہمارے ہاں تصوف کے عنوان کے تحت بیان ہوتے ہیں۔ تصوف کا لفظ قرآن و حدیث میں نہیں آیا، یہ بعد کے دور کی اصطلاح ہے۔ اِس کی اصل کیا ہے، اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہیں۔ تاہم زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی اصل ''صوف'' ہے۔ صوف اُون کو کہتے ہیں۔ ابتدائی دور، دورِ تابعین کے زمانے کے جو صوفی تھے، وہ اونی کپڑے پہنتے تھے، تا کہ اُن کے جسم کو تکلیف پہنچتی رہے۔ صوف کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہلائے۔ اور صوفی سے تصوف کی اصطلاح وضع ہوئی۔ تصوف کے لیے قرآن اور حدیث کی اصطلاح ''احسان'' ہے۔

اب آیئے، حدیث کی طرف!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ......))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص میرے کسی ولی (دوست) سے عداوت رکھے، میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے......''

یاد رہے کہ اللہ سے ولایت کا رشتہ یکطرفہ نہیں، دوطرفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے اور ایمان والے اللہ کے ولی ہیں۔ اللہ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور مومنین اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ کا ولی کون ہوتا ہے؟ ہمارے ہاں ولی کے بارے میں جو تصور عام ہے، وہ یہ ہے کہ ایسا شخص جس سے خرق عادت باتیں ظاہر ہوں، جس میں کرامات پائی جائیں، جو کچھ غیب کی خبریں بتا دے......اور اِس کے ساتھ ساتھ جو شریعت کا پیرو ہو، وہ ولی ہے۔ لیکن ہمیں گہرائی میں جا کر معلوم کرنا ہے کہ ولی کون ہے؟

ولی کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے تین آیات بہت اہم ہیں۔ ایک آیت سورۃ البقرہ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ......﴾ (البقرہ:257)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی، دوست، ساتھی، مددگار، پشت پناہ ہے۔ اور اللہ کی اِس ولایت کا مظہر یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اللہ کا لوگوں کو روشنی اور نور کی طرف لانا تدریجی ہوتا ہے۔ اِس کا آغاز اُسی وقت ہو جاتا ہے جب آدمی کلمۂ شہادت ادا کرتا ہے۔ بعدازاں اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ انسان کے سامنے بہت سے حجابات اور پردے ہوتے ہیں، مگر جب وہ انہیں چاک کرتا ہے تو اُس کے نورِ ایمان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سورۃ التحریم میں فرمایا کہ روزِ قیامت اہل ایمان کا نور اُن کے آگے اور دائیں طرف، ہوگا، اور وہ اللہ سے یہ التجا کریں گے کہ ''اے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (آیت:8)

دو آیات سورۂ یونس کی ہیں، اور ان میں سے پہلی وعظوں، تقریروں اور عوامی جلسوں میں بکثرت پڑھی جاتی ہے۔ ان میں ولایت کا دوسرا رخ آ رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝﴾

''سن رکھو، جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

ان آیات میں ''ولی'' کی تعریف کر دی گئی۔ اس تعریف کی رو سے ولی وہ شخص ہوتا ہے جس میں دو چیزیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ ایمان لائے، اور دوسرے یہ کہ تقویٰ کی روش اختیار کرے۔

ایمان کا پہلا قدم اقرار باللسان ہے۔ یعنی اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا۔ دوسرا قدم تصدیق بالقلب ہے۔ یعنی دل میں یقین کا پیدا ہو جانا۔ اگر دل میں یقین نہیں تو پھر ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ سورۃ الحجرات میں عرب کے بدوؤں کے مطابق فرمایا گیا: ''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (آیت: 14) ایمان کا تیسرا مرحلہ ایمان کی گہرائی اور "intensity" ہے۔ آدمی کا یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ گویا اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، یا کم ازکم یہ صورت تو ہو کہ میں اللہ کی نگاہ میں ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ہر ہر عمل، ہر ہر فعل اس کی نظر میں ہے۔ اِسی کا نام احسان ہے۔

ایمان کی طرح تقویٰ کے بھی تین مراحل یا مدارج ہیں۔ ابتدائی، اونچا اور بلند ترین۔ اِن کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت 93 میں آیا ہے۔ اس آیت میں اس تشویش کا ازالہ کیا گیا ہے، جو اِس سے قبل کی حرمت شراب کے متعلق نازل ہونے والی آیات کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان آیات میں شراب کو ''رجس من عمل الشیطان'' قرار دیا گیا، لہٰذا، بعض لوگوں کو فکر لاحق ہوئی کہ ہم

عرصہ دراز سے شراب پیتے چلے آرہے ہیں، اب ہمارا کیا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے۔ پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

ایمان اگر حقیقی ہو، تو لازماً برگ و بار لاتا ہے۔ اِس کے ثمرات مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ثمرات ایمان دو طرح کے ہیں، خارجی اور داخلی۔ ایمان کے خارجی ثمرات میں پہلی شے اطاعت ہے۔ اگر ایمان ہے، تو اطاعت ضرور ہوگی۔ جب اللہ کو رب مانا ہے تو لامحالہ اُس کی اطاعت کرنا ہے۔ دوسرا ثمرہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد میں بنیادی طور پر دو چیزیں شامل ہیں: ایک دعوت الی اللہ ہے، اور دوسرے نظام باطل کے خلاف جدوجہد اور اس میں اپنا تن من دھن لگا دینا ہے۔ ایمان کے یہ خارجی ثمرات ایسے ہیں، جو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں۔ ایمان کے باطنی ثمرات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ باطنی ثمرات میں پہلی شے تسلیم ورضا ہے۔ تسلیم ورضا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے۔ اُس پر جو بھی حالات آئیں، اُسے جو بھی مصیبت پہنچے، اس پر صبر کرے۔ اللہ سے کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے، والی کیفیت ہو۔ اکبر الٰہ آبادی کا ایک بہت عارفانہ شعر ہے۔

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرف آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

اور

بے نیازی تیری عادت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خُو ڈالیں گے

ایمان کا دوسرا باطنی ثمرہ تفویض الامر ہے۔ آدمی اپنے معاملات کو اللہ کے حوالے کردے۔ اِس لیے کہ اللہ ہی ہر چیز کو بہتر جاننے والا ہے۔ وہ جو بھی فیصلہ کرے گا، اس میں خیر اور بھلائی ہوگی۔ جبکہ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ بسا اوقات وہ جس چیز کو اپنے لیے خیر سمجھتا ہے اس میں شر کا پہلو ہوتا ہے اور جسے برا خیال کرتا ہے، اور ناگوار محسوس کرتا ہے، اس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ "عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" (آیت:216)

ایمان کا تیسرا باطنی ثمرہ توکل علی اللہ ہے۔ چاہیے کہ آدمی کا اعتماد، توکل اور بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر ہو، جو مسبب الاسباب ہے، اپنی صلاحیت، طاقت اور ذہانت پر نہ ہو۔ اگرچہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مادی اسباب اختیار نہ کیے جائیں، نہیں بلکہ اسباب کی تلاش بھی ضروری ہے۔ اگر آدمی بیمار ہے تو چاہیے کہ علاج اور دوا دارو کرے، ڈاکٹر سے رجوع کرے لیکن اُس کا یقین یہ ہو کہ شفا دوا میں نہیں، اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ چاہے گا تو شفا ہوگی، نہ چاہے گا تو تمام دوائیں بے سود ہوں گی۔ اگر آپ کوئی کام کرنے چاہتے ہیں اور تمام اسباب موجود ہیں، لیکن اگر اللہ کی رضا نہیں تو وہ کام نہیں ہوگا۔ آپ پشاور جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس مقصد کے لیے وقت نکال لیا ہے۔ گاڑی کی سروس اور ٹیوننگ کرالی ہے۔ پٹرول بھی ڈلوا دیا ہے۔ آپ نے رات کو یہ پروگرام بنالیا ہے کہ اگلی صبح جائیں گے، مگر کیا خبر اگلی صبح کوئی حادثہ پیش آجائے، کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو جائے، اور آپ نہ جاسکیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کام اسباب کے فراہم کرنے سے نہیں ہوگا، بلکہ اللہ کے چاہنے سے ہوگا۔ مومنوں کا اصل بھروسہ اور اعتماد اللہ پر ہونا چاہیے نہ کہ اسباب پر۔ آدمی جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے تو ان شاء اللہ کہے یعنی اگر اللہ نے چاہا تو یہ کام ہو گا۔ اِس ضمن میں سیرت النبی ﷺ میں ایک واقعہ آتا ہے۔ یہودیوں کے سکھانے پر اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے تین سوال پوچھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کے جواب کل دوں گا۔ آپؐ نے خیال فرمایا ہوگا کہ جبرائیل امین روزانہ آتے ہیں، اُن سے پوچھ کر بتادوں گا۔ آپؐ ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ اب یہ ہوا کہ جبرائیل امین نہ آئے۔ چنانچہ دعوت حق کے مخالفین پروپیگنڈا کرنے لگے۔ جب تین دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے، تو ساتھ ہی یہ آیات بھی لائے کہ "اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کردوں گا مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی) خدا چاہے تو (کردوں گا)......" (الکہف:23)

> **ولایت کا رشتہ یکطرفہ نہیں، دوطرفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے اور ایمان والے اللہ کے ولی ہیں۔ اللہ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور مومنین اللہ سے محبت کرتے ہیں**

ایمان کا ایک اور باطنی ثمر ہر چیز سے بڑھ کر اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور جہاد سے محبت ہے۔ یہ محبت ایمان کو ناپنے کا آلہ ہے۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا: "کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" (آیت:24)

یاد رہے کہ یہ محبت صرف حمد کے ترانوں اور لہک لہک کر نعت پڑھنے کا نام نہیں بلکہ اس کا لازمی جزو دینی حمیت ہے۔ اگر آپ اپنے کاروبار اور دھندے ہی میں لگے ہوئے ہیں، اور آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اللہ کا دین پامال ہو رہا ہے، اس سے آپ کے من کی دنیا میں کوئی ہلچل نہیں ہوتی، آپ کو کوئی پریشانی اور فکر لاحق نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حمیت دینی سے محروم ہیں۔ اور یہ وہ صورت ہے جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے۔ اِس سلسلے میں وہ حدیث ہمارے لیے بڑی سبق آموز ہے، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایک انتہائی زاہد و عابد شخص پر اُس کی فاسق قوم سے پہلے پہاڑ الٹنے کا حکم دیا۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ کی حدود پامال ہوتی تھیں مگر اس کے دل میں دینی حمیت پیدا نہ ہوتی تھی، اور وہ اپنے ہی چلوں اور مراقبوں میں مگن تھا۔

اگر اللہ کی بندگی کرنی ہے، تو پھر ہمیں اس کے دین کی نصرت وحمایت ضرور کرنا ہوگی۔ دین کے غلبے کے لیے اپنا تن من دھن لگانا پڑے گا۔ دین کا بالفعل غالب کردینا ہمارے بس میں نہیں۔ دنیا میں اللہ کے بہت سے رسول آئے، مگر اُن کے ہاتھوں دین غالب نہ ہوا، یہ کام نبی آخر الزمان ﷺ نے کیا۔ آپؐ نے اپنی شب روز کی محنت سے 23 برس کے قلیل عرصے میں انقلاب برپا کردیا، اور دین کو غالب فرما دیا۔ اِس بات سے قطع نظر کہ دین غالب ہوگا یا نہیں، ہمیں اپنی سی کوشش کرتے رہنا ہے۔ دین کی حمایت اور نصرت کرنی ہے۔ سورۃ الصف میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾

(آیت:14)

"مومنو اللہ کے مددگار بن جاؤ۔"

وہ لوگ جو دین کے غلبے کے لیے کوشاں ہوں، وہ اللہ کے دوست ہیں۔ جو ان سے بغض رکھے اُس کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔ اگرچہ اللہ ان کے دشمنوں کو آن واحد میں ختم نہیں کر دیتا، کہ یہ اس کی سنت کے خلاف ہے، بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ مگر پھر جب اُن کی مہلت ختم ہو جاتی ہے تو پھر اُن پر اپنا عتاب نازل کرتا ہے۔ ابوجہل نے آپؐ پر کتنی زیادتیاں کیں، مگر اللہ نے فوراً نہیں پکڑا، ہاں جب مہلت ختم ہو گئی تو اُسے جہنم واصل کر دیا گیا۔ دراصل اللہ کی سنت یہ ہے کہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ اگر وہ حق کے دشمنوں کو فوراً پکڑ لے اور اپنے دین کا جھنڈا بلند کرنے والوں کو یکدم فتح عطا فرما دے، تو آزمائش اور ابتلاء کا تصور ہی باقی نہ رہے۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو مختلف صورتوں میں ضرور آزماتا ہے۔

حدیث کے دوسرے حصے میں تقرب الی اللہ اور اُس کے ذرائع کا ذکر ہے۔ فرمایا:

((وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا ، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ))

(رواہ البخاری)

"میرا بندہ میرے فرض کردہ امور کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے میرے زیادہ قریب نہیں آ سکتا۔ میرا بندہ نوافل (نفلی عبادات) کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں، اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ ضرور دیتا ہوں۔"

اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ جو سب سے زیادہ اللہ کے قریب کرنے والا ہے، وہ فرائض کا اہتمام ہے، اور ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ میں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ یہ بڑا نازک مقام ہے۔ اگر آدمی ذرا بھی ادھر اُدھر ہو جائے تو بھٹک جائے گا۔ اللہ نے جو یہ کہا ہے ہم اِس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اِس کو وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ کا قرب حاصل کرنا، ایک تو فرائض کے ذریعے ہے اور دوسرا نوافل کے ذریعے۔ اب اِن دونوں میں سے بلند تر مقام کون سا ہے اور محبوب تر کون سا؟ تقرب الی اللہ کا بلند تر مقام تو نوافل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، لیکن محبوب تر مقام فرائض کے ذریعے قرب حاصل کرنا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے جہاد کا معاملہ ہے۔ جہاد کی بلند ترین منزل تو نظامِ باطل کے خلاف جدوجہد ہے، لیکن افضل جہاد اپنے نفس کے خلاف ہے۔ اِس لیے کہ یہی پہلی منزل ہے۔ اگر یہ ہو گی تو اِس پر دوسری اور تیسری منزل تعمیر ہو سکے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرب الٰہی کے حصول کی کوشش کا کیا مطلب ہے۔ کیا اللہ ہمارے قریب نہیں ہے؟ وہ تو خود فرماتا ہے کہ ہم انسان کی رگ جان سے بھی قریب ہیں۔ (ق:16) جب اللہ ہمارے اتنے قریب ہے، تو پھر اُس کے قرب کے حصول سے کیا مراد ہے؟ پھر جنگلوں، غاروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر انسان اللہ کی تلاش اور قرب کے لیے کیوں سرگرداں رہتا ہے۔ اِسی کشمکش میں اُس کی راتیں کیوں گزرتی ہیں۔ دیکھیے، اللہ تو سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ مسئلہ انسان کا ہے۔ اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ پردے ہٹا دیے جائیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ **ھو معکم این ما کنتم** "تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے"۔ لیکن وہ ہر جگہ کیسے ہے؟ اسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ شیخ عثمان بن علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں اِس کی یہ تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ صفاتی طور پر ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ بہرحال اس معاملے میں جو راستہ انسان کو بچانے والا ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کرے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، مگر کیسے ہے یہ ہم نہیں جان سکتے، بالکل اُسی طرح جیسے وہ دیکھتا ہے، وہ سنتا ہے مگر اس کی کیفیت ہمارے ادراک سے باہر ہے...... اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنا مکانی اعتبار سے نہیں، بلکہ معنوی اعتبار سے ہے۔ اللہ کا یہ قرب ہر شخص حاصل کر سکتا ہے مگر اس کے لیے اُسے اپنے باطن میں جھانکنا ہوگا، اپنی روح کی طرف توجہ دینا ہوگی۔ اللہ تو مائل بہ کرم ہے، لیکن کوئی سائل تو ہو جو اُس سے ہدایت اور قرب کا طلبگار ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہمارا مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے سماء دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں! کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں! اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے پس میں اس کو بخش دوں! (متفق علیہ)

آج کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ اُس کی ساری بھاگ دوڑ اپنے جسمانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہے۔ وہ اپنی دنیا بنانے کے لیے تمام تر صلاحیتیں وقف کیے ہوئے ہے، لیکن اس کی روح کی جانب کوئی توجہ نہیں۔

ان شاء اللہ العزیز **قرآن اکیڈمی** لاہور میں

دورۂ ترجمہ قرآن حکیم

کا پروگرام حسبِ سابق اس سال بھی ہوگا

اور یہ ذمہ داری **ڈاکٹر عارف رشید** ادا کریں گے۔

اس سلسلہ کا افتتاحی پروگرام یکم ستمبر **2008ء** کو بعد نماز عشاء ہوگا

جس میں

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ

"**تعارف قرآن**" کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے اور "**سورۃ الفاتحہ**" کا درس دیں گے

2 ستمبر سے ان شاء اللہ باقاعدہ دورہ ترجمہ قرآن حکیم کا پروگرام شروع ہو جائے گا

☆ قرآن اکیڈمی میں نماز عشاء ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ادا کی جائے گی

☆ خواتین کے لیے پردہ کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے

احکام و آداب صوم کے تشریعی اصول

شاہ ولی اللہؒ

اللہ تعالیٰ نے انسان پر ایک ایسی امانت کا بار رکھا ہے جس کو اٹھانے کی لیاقت اور استعداد نہ آسمان و زمین میں ہے نہ پہاڑوں میں۔ یہ امانت، اختیار وارادہ اور اعمال کی مسئولیت کا مکلف ہونا ہے، جس کی وجہ سے انسان کو ایمان لانے اور اطاعت کرنے سے ثواب ملتا ہے، اور انکار و نافرمانی کرنے سے عذاب۔ انسان بالطبع عالم نہیں ہے، لیکن اس میں علم حاصل کرسکنے کی استعداد ہے۔ اسی لیے اگر وہ علم حاصل نہ کرے، تو اسے جاہل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح وہ بالطبع عادل نہیں ہے، لیکن وہ عادل بن سکتا ہے۔ اسی لیے اگر وہ عدل نہ کرے، تو وہ ظالم ہے۔

انسان و جن کے سوا جس مخلوق سے ہم واقف ہیں وہ دو نوع کی ہے۔ ایک وہ جو نہ جہل میں مبتلا ہو سکتے ہیں نہ ظلم کرسکتے ہیں، جیسے فرشتے۔ دوسرے وہ جو نہ علم حاصل کر سکتے ہیں نہ عدل کرسکتے ہیں، جیسے جانور۔ فرشتے حیوانی خصوصیات جیسے بھوک پیاس، شہوت وغضب اور خوف وغم سے مبرا ہوتے ہیں۔ جانور اس نوعیت کے طبعی اور جسمانی تقاضے پورا کرنے ہی میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو، اس امانت کا بار کامیابی کے ساتھ اٹھانے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کے لیے، اس کی فطرت اور استعداد میں دونوں قسم کی خصوصیات اور قوتیں بخشی ہیں، ملکوتی بھی، اور حیوانی بھی، یا ملکیت اور بہیمیت۔ ملکوتی قوت وخصوصیات کا سرچشمہ روح انسانی ہے، جو فرشتوں سے علاقہ رکھتی ہے۔ حیوانی قوت و خصوصیات کا منبع نفس انسانی اور جسم ہے، جو سارے حیوانات و بہائم میں پایا جاتا ہے۔ مگر جسم روح انسانی کے لیے وہ سواری ہے جس کے ذریعہ وہ آخرت میں اپنی سعادت کی منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ اس لیے جسم بھی انسان کی سعادت اور کامیابی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اس کی ملکوتی خصوصیات۔

روح وجسم ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہو سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کے مزاحم ومخالف بھی۔ ان دونوں کے درمیان مسلسل کشمکش برپا رہتی ہے۔ روح ملکوتی بلندیوں کی طرف کھینچتی ہے، نفس حیوانی پستیوں کی طرف۔ جب نفس وجسم کی قوتیں غالب آجاتی ہیں، تو روح کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ روح کے تقاضے جب افراط و تفریط میں مبتلا ہو جائیں تو وہ جسم کے تقاضوں کو کچلنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ روش اس سواری کو کمزور کرنے یا ختم کر دینے کے مترادف ہے جو انسان کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

انسان کی حقیقی کامیابی اس میں پوشیدہ ہے کہ اس کی خواہش نفس اور ہوس عقل کے تابع ہو، اور نفس حیوانی روح انسانی کی اطاعت کرے۔ لیکن اگر خواہشات و شہوات نفسانی زیادہ قوی ہوں تو وہ روح کے تقاضوں کی تکمیل میں مانع ہوتے ہیں، اس لیے ان خواہشات کو مغلوب کرنا اور قابو میں رکھنا ناگزیر ہے۔ ان خواہشات نفس کو غالب کرنے والے اسباب میں سب سے زیادہ قوی اسباب کھانا پینا اور شہوانی لذتوں میں انہماک ہیں۔ اس لیے ان خواہشات نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ان چیزوں کو کم کیا جائے۔ اسی لیے وہ تمام لوگ جو روحانی بلندیوں کا حصول چاہتے ہیں، وہ کسی بھی مذہب کے پیرو ہوں اور کسی بھی ملک کے رہنے والے ہوں، اس بات پر متفق ہیں کہ اس مقصد کے حصول کی بہترین تدبیر کھانے پینے اور لذت شہوانی میں انہماک کو کم کرنا ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ نفس کی خواہشات روحانی وجود کی تابع ہو جائیں، اور صبغۃ اللہ میں رنگ جائیں۔ روح، جسم کے تقاضوں اور خواہشات سے آزادی حاصل کرلے۔ اس کا راستہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ روح ایک عمل کا مطالبہ نفس سے کرے، اور اس سے اطاعت کرائے، اسے سرکشی نہ کرنے دے۔ پھر بار بار یہی عمل دہرایا جائے، حتیٰ کہ روح کی اطاعت کرنا نفس کی عادت بن جائے۔ مثلاً اکل وشرب اور شہوت جیسی چیزوں کو ترک کرنے کا مطالبہ، جن کی خواہش نفس کرتا ہے اور جن سے اسے لذت حاصل ہوتی ہے۔ یہی روزہ ہے۔

تدابیر زندگی، اہل وعیال اور اموال میں مشغولیت کی وجہ سے سب لوگوں کے لیے خود سے اس قسم کے مجاہدہ اور ریاضت کا پابند رہنا ممکن نہیں، اس لیے یہ ضروری ہوا کہ عام آدمی پر وقفے وقفے سے، اتنی مقدار میں اس ریاضت کو فرض کیا جائے کہ اس کے روحانی تقاضوں کی تکمیل کا سامان بھی ہو اور جو کوتاہیاں ہوگئی ہوں ان کی تلافی بھی ہو جائے۔ گویا وہ اس گھوڑے کی طرح ہو جائے جو لمبی رسی سے ایک کھونٹے سے بندھا ہو اور دائیں بائیں چکر لگا کر پھر اپنے تھان پر آکھڑا ہو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ مدت اتنی مقرر کی جائے کہ افراط و تفریط کا امکان نہ ہو۔ نہ کمی کرنے والا اس عبادت کو اتنا کم کردے کہ اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے، نہ زیادتی کرنے والا اتنا زیادہ کرلے کہ اس کا نشاط جاتا رہے، اور وہ اپنے نفس کو زندہ درگور کردے۔ اصل میں روزہ ایک تریاق کی طرح ہے۔ اس لیے اس کا استعمال بقدر ضرورت ہی کرنا صحیح ہے۔

اکل وشرب کم کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کھانے کی مقدار کم کردی جائے، دوسرے یہ کہ کھانوں کے درمیان وقفہ طویل کردیا جائے۔ شریعت نے دوسری صورت اختیار کی ہے۔ اس لیے کہ اس طریقے سے آدمی کمزور ہوتا ہے، تھکتا ہے اور بھوک پیاس کو محسوس کرتا ہے۔ حیوانی خواہشات پر چوٹ بھی پڑتی ہے۔ پہلے طریقے میں کوئی دیرپا اثر نہیں پڑتا، بلکہ آدمی تھک جاتا ہے۔ نیز اس

روح وجسم ایک دوسرے کے معاون ومددگار بھی ہو سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کے مزاحم ومخالف بھی۔ ان دونوں کے درمیان مسلسل کشمکش برپا رہتی ہے۔ روح ملکوتی بلندیوں کی طرف کھینچتی ہے، نفس حیوانی پستیوں کی طرف

رمضان المبارک اور قیام اللیل

رحمت اللہ بٹر

رمضان المبارک نزول قرآن مجید کا مہینہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے اس کی راتوں کو قرآن مجید کے ساتھ گزاریں اور قیام اللیل کے اجر سے مستفید ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم پر ایک عظمت والا مہینہ آیا چاہتا ہے، جو بہت ہی مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور رات کے قیام کو نفلی عبادت قرار دیا ہے۔

قیام اللیل کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنھما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اور قرآن (آدمی کے حق میں) سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے رب میں نے اسے دن کے اوقات میں کھانے اور شہوت سے روکا۔ میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما۔ اور قرآن مجید کہے گا، اے اللہ میں نے اسے رات کے وقت سونے سے روکے رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور دونوں سفارشیں قبول فرمائی جائیں گی۔“ (رواہ احمد)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص روزہ رکھے ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص رمضان کی راتوں کو قیام کرے، ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ اس کے (بھی) پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

یہ ہے قیام اللیل کا مقام جو نفل ہے، مگر گناہوں کے ذریعہ معافی ہونے کے اعتبار سے فرض عبادت کے برابر قرار پایا۔ قیام اللیل کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اس کے کلام کے ذریعہ مخاطب ہونا ہے۔ کاش مسلمانوں کو یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ کنز الاعمال میں ہے کہ جو کوئی اپنے رب سے بات کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے (سمجھ کر)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قیام اللیل سے کیا مراد ہے۔

قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو کا حکم دیا گیا۔

”اے کملی میں لپٹ کر لیٹنے ہوئے اٹھو اور رات کا اکثر حصہ قیام میں گزارو۔ آدھی رات یا کچھ کم، یا آدھی رات سے کچھ زائد اور قرآن کو پڑھیے ٹھہر ٹھہر کر۔“

گویا قیام اللیل جو رمضان کی راتوں کے لیے پسند فرمایا گیا ہے اس میں مقدار آدھی رات سے کچھ کم یا زائد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں تو اور زیادہ سخاوت کرتے تھے، جبکہ جبرائیلؑ آپؐ سے ہر رات ملاقات کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ان پر قرآن پیش فرماتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ پہلے حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دورہ کرتے تھے اور پھر خود قیام اللیل فرماتے آپؐ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ قرآن مجید رات کے قیام میں مکمل کر لیتے تھے۔ اس لحاظ سے کم و بیش ساڑھے چار پارے آپؐ کا معمول بنتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو محنت رمضان میں کرتے تھے وہ غیر رمضان میں نہ کرتے تھے اور آخری عشرہ میں اور زیادہ کرتے تھے اور اس کی راتوں کو زندہ کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور اپنا تہہ بند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے۔ (یعنی عورتوں سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرے (مسجد میں اعتکاف کے لیے بنایا گیا) اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ پس لوگوں نے آپؐ کو دیکھا تو وہ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا ذکر دوسرے لوگوں میں کیا۔ پس آپؐ دوسری رات کھڑے ہوئے تو لوگوں بھی

طریقے میں ہر عام آدمی کے لیے ایک ہی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ لوگوں کی حالت مختلف ہوتی ہے، ایک آدمی ایک پاؤ کھاتا ہے تو دوسرا آدمی آدھا سیر۔ خوراک کی مقدار میں جو کمی ایک آدمی کے ضبط نفس کے لیے ضروری ہوگی، وہ دوسرے کے لیے ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ مدت کا تعین لوگوں کی رائے پر چھوڑا جائے۔ اس لیے کہ ایسا کرنا قاعدہ تشریع کے خلاف ہوگا۔ یہ مدت طویل بھی نہ ہونا چاہیے کہ صحت کے لیے مضر ہو جائے، اس لیے کہ یہ مقصود شرعی کے خلاف ہوگا، اور عام لوگوں کے لیے ناقابل عمل۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بھوکا رہنا بار بار ہو، تاکہ مشق ہو اور اطاعت کا ملکہ پیدا ہو۔ ایک دفعہ بھوکا رہنے میں کوئی فائدہ نہیں، خواہ بھوک کتنی ہی شدید اور طویل ہو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ نفس کو اس طرح مغلوب کرنے کے لیے کہ وہ ہلاکت تک نہ پہنچ جائے، بھوک پیاس کی مدت اور اس کی تکرار کے لیے مدت کے تعین میں ایسی مقداریں اختیار کی جائیں جو عام لوگوں میں مستعمل ہوں، اور جن کو ذی عقل، بیوقوف، شہری، دیہاتی سب جانتے ہیں۔

ان تشریعی اصولوں کے مطابق شریعت الٰہی میں روزہ کے لیے ایک دن کی مدت، اور تکرار کے لیے ایک ماہ کی مدت مقرر کی گئی۔

جب روزہ کی عبادت تمام لوگوں کے لیے فرض کی گئی، اور سب کی اصلاح اور عرب و عجم کی فلاح مطلوب ہوئی تو یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو اس مہینہ کے انتخاب میں آزاد نہ چھوڑا جائے، کہ ہر شخص اس مہینہ کو اختیار کرے جس میں اس کے لیے روزہ رکھنا آسان ہو۔ اس طرح تاویل اور عذر و فرار کا راستہ کھل جاتا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا، اور اسلام کی یہ عظیم الشان عبادت گمنامی اور غفلت کا شکار ہو جاتی۔

جب ایک مہینہ مقرر کرنا ضروری ہوا، تو اس مہینہ سے بہتر اور کون سا مہینہ ہو سکتا تھا جس میں قرآن مجید نازل ہوا، ملت مستحکم و راسخ ہوئی، اور جس میں شب قدر جیسی رات پائی جاتی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ (ترجمہ و ترتیب: خرم مراد)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

آپؐ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ یہ عمل دو یا تین راتوں میں ہوا۔ پھر آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ظاہر نہ ہوئے۔ لوگ نے اس کا اگلی صبح ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہوجائے۔ (رواہ البخاری)

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حجرہ بنایا۔ (بسر بن سعید نے کہا میرا گمان ہے کہ زید بن ثابتؓ نے کہا کہ رمضان میں چٹائی سے حجرہ بنایا) اور چند راتیں اس میں نماز پڑھی (یعنی تہجد کے وقت کی نماز) اور آپؐ کے اصحاب سے چند لوگوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ کو ان کا علم ہوا تو آپؐ بیٹھے رہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: جو کچھ میں نے تمہاری طرف سے دیکھا اسے جان لیا ہے۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے۔

یہ ہے اصل اس نماز کی جس کو نماز تراویح قرار دیا جاتا ہے۔ آپؐ نے دو یا تین دن جو نماز پڑھی وہ آخری عشرہ رمضان میں تھی اور آپؐ اعتکاف کی حالت میں تھے۔

آپؐ کے ساتھ اصحاب رسول ﷺ نے یہ نماز دو یا تین دن پڑھی۔ بعد میں یہ نفلی نماز لوگ اپنے طور پڑھتے رہے۔ البتہ بعض لوگ مسجد نبوی میں اس کا اہتمام کرنے لگے اور حفاظ کے ساتھ قیام شروع کر دیا، جسے دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں اپنے ساتھ قیام اللیل میں شامل کرو۔ چنانچہ اسی کا ذکر السائب بن زید نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعات پڑھادیں اور امام وہ سورتیں پڑھتا تھا جن میں ایک سو سے زیادہ آیات ہیں۔ دوران قیام ہم اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔ پھر پھرتے نہ تھے، مگر فجر کے قریب۔

یہ بات قرین قیاس ہے کہ پہلے گیارہ ہی رکعات کا اہتمام ہوا اور بعد میں جب دیکھا گیا کہ آٹھ رکعت میں لمبے قیام کی وجہ سے لوگ تھک جاتے ہیں تو تعداد بیس کر لی گئی۔ کیونکہ یہ نوافل تھے اور نوافل کی کوئی تحدید نہیں ہے کہ اس سے آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ چنانچہ ایک اور روایت جو امام مالک ہی اپنی موطا میں لائے ہیں، اعرج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو نہیں پایا مگر اس حال میں کہ وہ رمضان میں کفار پر لعنت کرتے تھے اور امام سورۃ البقرہ آٹھ رکعات میں پڑھتا۔ اگر وہ بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگ خیال کرتے کہ اس نے ہلکی نماز پڑھی ہے۔

عجیب بات ہے کہ 8 اور 20 تراویح کے معاملے میں تو ہم اختلاف کا اظہار کرتے ہیں، اور چوکنے ہوتے ہیں، مگر قیام اللیل کے اوقات کے بارے میں ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے پر آمادہ نہیں ہے۔ اور وقتِ قیام کی سنت پر کوئی بات ہی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ چیز اختلاف کرنے والے دونوں گروہوں پر بھاری گزرتی ہے اور امام بھی اس کو اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا معمول ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ پہلے حضرت جبرائیلؑ کے سامنے قرآن پیش فرماتے اور پھر کھڑے ہو کر اپنا حزب پورا کرتے اور حزب تقریباً چار ساڑھے چار پارے ہے۔ قرآن مجید آپؐ کی قرأت تہجد کی بنیاد پر سات منزلوں میں منقسم ہے اور یہ بڑی حسین تقسیم ہے کہ پہلی منزل میں 3 سورتیں، دوسری میں 5، تیسری میں 7، چوتھی میں 9 اور پانچویں میں 11 اور چھٹی میں 13 اور پھر ساتویں میں حزب مفصل یعنی سورۃ ق سے والناس تک آپ نے قیام کیا اور جب آدھی رات پر ختم کر دیا تو لوگوں نے اور پڑھانے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا جو امام کے ساتھ آدھی رات کا قیام کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پوری رات کا درجہ دے دیتے ہیں۔ عظمت قرآن کا احساس اگر ہوگا تو لازماً ہر مسلمان یہ قیام اختیار کرے گا۔

حالت نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت بھی ہمارے سامنے رہنی چاہیے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”قرآن مجید کا نماز کی حالت میں پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے نماز کے علاوہ پڑھنے سے، اور قرآن مجید کا نماز کے علاوہ پڑھنا زیادہ افضل ہے ذکر و اذکار سے، اور ذکر اذکار زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اللہ کی راہ میں صدقہ سے اور صدقہ زیادہ افضل ہے نفلی روزہ سے، اور نفلی روزہ جہنم کے آگے ڈھال بن جائے گا۔“

✿✿✿✿✿

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی گلشن اقبال کراچی کے ملتزم رفیق محمد ظہیر یاوانی عارضہ قلب میں مبتلا ہیں

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے ملتزم رفیق انجینئر طارق خورشید تبدیلی گردہ آپریشن کے بعد زیر علاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔
قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

بقیہ: اداریہ

اقتصادی ماہرین کے مطابق معاشی صورت حال کا بگاڑ اگر یونہی جاری رہا تو پاکستان شاید دو یا تین ماہ میں دیوالیہ قرار دے دیا جائے گا۔ اگر امریکہ نے خود یا اپنے عرب دوستوں کے ذریعے ہمیں خصوصی سہارا دیا تو وہ اُس کی قیمت وصول کرے گا لیکن اب ہمارے پاس بیچنے کو رہ کیا گیا ہے۔ نجکاری ہم کر چکے، ڈاکٹر عافیہ اور اُس جیسی بیٹیوں اور بیٹوں کو دشمن کے حوالے کر کے ہم نے ڈالر کھرے کیے۔ سنا ہے امریکہ کا تازہ ترین فیصلہ یہ ہے کہ پاکستان کو گن گن کر رقم دی جائے کہ پہلے اتنے قبائلی مسلمان دہشت گرد قرار دے کر مارو۔ غیرت و حمیت جیسے الفاظ سے ہم نا آشنا ہو چکے۔ اب جھولی پھیلائیں گے تو دیں گے کیا کہ اللہ کے نام پر وہ دیتا نہیں۔ رہ گئے ایٹمی اثاثہ جات اور بلوچستان کے معدنی وسائل اور گوادر کی بندرگاہ، آصف علی زرداری اِن بقایاجات کا حساب چکانے کو لائے جا رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے جیالے آج کل بڑے زور و شور سے یہ نعرہ لگا رہے ہیں ایک زرداری، سب پر بھاری۔ ہماری رائے میں آج کل جبکہ اقتصادیات دنیا کی سیاست میں انتہائی اہم رول ادا کر رہی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ زرداری صاحب کو بھی اس لیے لایا گیا تا کہ پاکستان کو معاشی طور پر دیوالیہ ہونے سے بچایا جائے کہ ابھی کچھ عالمی قوتوں کو پاکستان کی ضرورت ہے۔ اِس پس منظر میں دیکھا جائے تو جیالا پارٹی کو یہ نعرہ لگانا چاہیے ”زر دار ندار زرداری دار“ اِس لیے کہ P.P.P فخر ایشیا کی میراث ہے۔ اس نعرہ سے ایشیا کے غریب ممالک اور دوسرے بہت سوں کا بھلا ہوگا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

o تنظیم اسلامی نوشہرہ کینٹ کے مبتدی رفیق محمد آصف کے والد وفات پاگئے

o تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے نقیب محمد اکرم ذیشان کے بڑے بھائی انتقال کر گئے

o تنظیم اسلامی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے رفیق حافظ محمد وقاص چودھری کے چچازاد بھائی وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

لا الہ الا اللہ

کوئی خدا نہیں مگر اللہ

سلطان بشیر محمود (ایٹمی سائنسدان)

کوئی خدا نہیں!

یہ کائنات بس ایک حادثہ کا نتیجہ ہے؟

بیس ارب سال پہلے نہ زماں تھا نہ مکاں، اچانک ایک دھماکہ ہوا اور کائنات وجود میں آ گئی۔

یہ کائنات جس میں ایک سو کروڑ سے زیادہ کہکشائیں ہیں، ہر کہکشاں میں ایک ارب سے زیادہ ستارے ہیں، اور اتنی بڑی ہے کہ روشنی اپنی ایک لاکھ اسی ہزار میل کی رفتار سے اربوں سال بھی سفر کرتی رہے تو دوسرا کنارہ ہاتھ نہ آئے، ایک ایسا شاندار متوازن نظام جس کے زمان و مکان میں ایک ہی قانون کارفرما ہے، کبھی نہیں ہوا کہ زمین اپنے محور سے اِدھر اُدھر ہو جائے، سورج چاند کو اپنی کشش کے بل بوتے پر کھینچ لے یا ستارے اپنا راستہ بھول جائیں۔

سارے کا سارا نظام، ہر جگہ، ہر وقت، سبھی کے سبھی ستارے اور سیارے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ زمان و مکان کی قیود سے بالاتر وہی سائنسی قوانین جو زمین پر کارفرما ہیں دوسری دنیاؤں کو قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔

کیا یہ کروڑوں اربوں کھربوں ستاروں اور سیاروں کا نظام یونہی وجود میں آ گیا ہے؟ اس کے پیچھے کوئی ہاتھ نہیں۔ اس کو کوئی کنٹرول کرنے والا نہیں۔ یہ بس ایک حادثہ ہے۔

سورج فضا میں ایک مقرر راستہ پر پچھلے پانچ ارب سال سے چھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بھاگا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان کے 9 سیارے، 27 چاند اور لاکھوں میٹرائٹ کا قافلہ اسی رفتار سے جا رہا ہے، کبھی نہیں ہوا کہ تھک کر کوئی پیچھے رہ جائے یا کوئی آگے نکل جائے۔

چاند تین لاکھ 70 ہزار میل دور زمین پر سمندروں کے پانیوں کو ہر روز دو دفعہ مدوجزر سے ہلاتا رہتا ہے تاکہ ان میں بسنے والی مخلوق کے لیے ہوا سے مناسب مقدار میں آکسیجن کا انتظام ہوتا رہے، پانی صاف ہوتا رہے، اس میں تعفن پیدا نہ ہو۔

سمندروں کا پانی ایک خاص مقدار میں کھارا ہے۔ پچھلے تین ارب سال سے نہ زیادہ نہ کم نمکین، بلکہ ایک مناسب مقدار میں کھارا ہے، ایک مناسب توازن برقرار رکھے ہوئے، تاکہ اس میں چھوٹے بڑے سب آبی جانور آسانی سے تیر سکیں اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں سے بو بھی نہ پھیلے۔ انہی میں کھاری اور میٹھے پانی کی نہریں ساتھ بہتی ہیں۔ سطح زمین کے نیچے بھی میٹھے پانی کے سمندر ہیں جو کھاری پانی کے کھلے سمندروں سے ملے ہوئے ہیں لیکن میٹھا پانی میٹھا رہتا ہے اور کھاری پانی کھاری۔ سب میں ایک نہیں پردہ حائل ہے۔ کیا یہ بھی ایک حادثہ ہے؟ اپنے آپ ہو گیا تھا اور خود بخود قائم ہے۔ اس کے لیے کسی عقل کی ضرورت نہیں۔

نومولود بچے کو کس نے سمجھایا کہ بھوک کے وقت رو کر ماں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے، ماں کو کس نے حوصلہ دیا کہ ہر خطرے کے سامنے سینہ سپر ہو کر بچے کو بچائے۔ ایک معمولی چڑیا شاہین سے مقابلہ پر اتر آتی ہے یہ حوصلہ اسے کہاں سے ملا؟ مرغی کے بچے انڈے سے نکلتے ہی کیوں چلنے لگتے ہیں؟ حیوانات کے بچے بغیر سکھائے ماؤں کی طرف دودھ کے لیے کیسے لپکتے ہیں؟ جانوروں کے دلوں میں کون محبت ڈال دیتا ہے کہ اپنی چونچوں میں خوراک لا کر اپنے بچوں کے مونہوں میں ڈالیں؟ ان سب کو کون آداب زندگی سکھاتا ہے؟...... لیکن پھر بھی کوئی خدا نہیں! یہ سب حادثہ ہے!

شہد کی مکھی دور دور باغوں میں پھول پھول سے رس چوس کر نہایت ایمانداری سے لا کر چھتے میں جمع کرتی جاتی ہے۔ ایک ماہر سائنسدان کی طرح جانتی ہے کہ کچھ پھول زہریلے ہیں اور ان کے پاس نہیں جاتی، ایک قابل انجینئر کی طرح شہد اور موم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا فن جانتی ہے، جب گرمی ہوتی ہے تو شہد کو پگھل کر بہہ جانے سے بچانے کے لیے وہ اپنے پروں کی حرکت سے پنکھا چلا کر ٹھنڈا کرتی ہے، موم سے ایسا گھر بناتی ہے جس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا آرکیٹیکٹ عش عش کر اٹھتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں ایسے منظم طریقہ سے کام کرتی ہیں کہ عقل دنگ ہے، ہر ایک میں ایسا راڈار نظام لگا ہوا ہے کہ وہ دور دور نکل جاتی ہیں لیکن اپنے گھر کا راستہ نہیں بھولتیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟ شہد کی مکھی کو یہ عقل کس نے سکھائی؟ کیا یہ سب محض ایک بے معنی حادثہ کا نتیجہ ہے؟

مکڑا اپنے منہ کے لعاب سے شکار پکڑنے کے لیے ایسا جال بناتا ہے کہ جس کی نفاست اور مضبوطی کو ابھی تک ٹیکسٹائل انجینئر نقل نہیں کر سکے، بڑے سے بڑے کیمسٹ ایسا مضبوط اور نفیس دھاگا بنانے سے قاصر ہیں۔ یہ انجینئرنگ اسے کس نے سکھائی؟

گھریلو چیونٹی (aunt) گرمیوں میں جاڑے کے لیے خوراک کو جمع کرتی ہے، اپنے بچوں کے لیے گھر بناتی ہے، ایک ایسی تنظیم سے رہتی ہے جہاں نظامت کے تمام اصول حیران کن حد تک کارفرما ہیں۔ معاشرتی نظامت کے یہ اصول اسے کس نے سکھائے؟ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہی ہو گیا؟

کیا زمین اس قدر عقل مند ہے کہ اس نے بھی خود بخود لیل و نہار کا نظام قائم کر لیا، خود بخود ہی اپنے محور پر 1/2 67 ڈگری جھک گئی تاکہ بہار، گرمی، سردی اور خزاں کے موسم آتے رہیں اور انسان کو ہر طرح کی سبزیاں، پھل اور خوراک ملتی رہیں؟ نہ صرف یہ بلکہ زمین نے اپنے اندر شمالاً، جنوباً ایک طاقتور مقناطیس بھی خود بخود ہی قائم کر لیا تاکہ اس کے مقناطیسی اثر کی وجہ سے بادلوں میں، بجلیاں کڑکیں جو ہوا کی نائٹروجن کی نائٹرس آکسائیڈ میں بدل کر زمین پر پودوں کے لیے کھاد مہیا کریں، سمندروں پر چلنے والے بحری جہاز، سب میرین (Submarine) اور ہواؤں میں اڑنے والے طیارے اس مقناطیس کی مدد سے اپنا راستہ پائیں، نیز آسمانوں سے آنے والی مہلک شعاعیں اس مقناطیسی قوت سے ٹکرا کر واپس پلٹ جائیں تاکہ زمین پر مخلوق ان کے مہلک اثرات سے محفوظ رہے۔ کیا اس عظیم نظام کے پیچھے کوئی ہاتھ ہے؟ یا یہ سب کچھ بھی فضا اور زمین نے مل کر خود ہی سوچا اور کر لیا؟

پھر دیکھیے! زمین سورج، ہواؤں، پہاڑوں اور میدانوں نے اپنے آپ ہی سمندروں سے سمجھوتا کر لیا کہ سورج کی گرمی سے آبی بخارات اٹھیں گے، ہوائیں اربوں ٹن پانی کو اپنے دوش پر اٹھا کر پہاڑوں اور میدانوں تک لائیں گی، ستاروں سے آنے والے ریڈیائی ذرے بادلوں میں موجود پانی کو اکٹھا کر کے قطروں کی شکل دیں گے اور پھر یہ میٹھا پانی خشک میدانوں کو سیراب کرنے کے لیے برسے گا۔ جب سردیوں میں پانی کی کم ضرورت ہو گی ان دنوں یہ پہاڑوں پر برف کے ذخیرے کی صورت میں جمع ہوتا جائے گا۔ گرمیوں میں جب زیادہ پانی چاہیے تو یہ پگھل کر ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں میدانوں کو سیراب کرتے ہوئے واپس سمندروں تک پہنچ جائے گا۔ ایک ایسا نظام جو سب کو پانی دیتا ہے اور کچھ ضائع نہیں جاتا۔ کیا اس سب کے پیچھے کوئی ڈیزائنر نہیں؟

کیا ہماری اپنی زندگی بھی ایک حادثہ ہے؟ ہمارے پنکریے خون میں شوگر کی ایک خاص مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے، دل کا پمپ ہر منٹ ستر اسی دفعہ بغیر آرام بلا تھکان 75 سالہ زندگی میں تقریباً تین ارب دفعہ دھڑکتا ہے۔ ہمارے گردے (Kidneys) ایسے بے مثل عجیب فلٹر میں جو جانتے ہیں کہ خون میں سے جو مفید ہے وہ رکھ لینا ہے اور فضلات کو باہر پھینک دینا ہے۔ معدہ، حیران کن کیمیکل فیکٹری ہے جو خوراک سے زندگی بخش اجزا مثلاً پروٹین، کاربوہائیڈریٹ وغیرہ کو علیحدہ کر کے فضلات کو باہر پھینک دیتا ہے۔ کیا انسانی جسم کے یہ شاہکار، انجینئرنگ اور سائنس کے یہ بے مثل نمونے، چھوٹے سے پیٹ میں یہ لاجواب فیکٹریاں، یہ سب کچھ بھی ایسے ہی بن گئے، کسی ڈیزائنر، موجد اور خالق کی ضرورت نہیں؟

دماغ کو کس نے بنایا؟ مضبوط ہڈیوں کے خول میں بند، پانی میں یہ تیرتا ہوا عقل کا خزانہ، معلومات کا سٹور، احکامات کا مرکز، انسان اور اس کے ماحول کے درمیان رابطہ کا ذریعہ، ایک ایسا کمپیوٹر ہے کہ انسان اس کی بناوٹ اور ڈیزائن کو ابھی تک سمجھ نہیں پایا، لاکھ کوششوں کے باوجود انسانی ہاتھ اور ذہن کا بنایا ہوا کوئی سپر سے سپر کمپیوٹر اس کے عشر عشیر کی قابلیت کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ یہ کیسے ہو گیا؟

انسان کا ایک ایک خلیہ (Cell) شعور رکھتا ہے۔ اس کے جینز میں ہماری پوری قسمت لکھی ہوئی ہے اور زندگی اس بند پروگرام کے مطابق خود بخود ڈھلتی رہتی ہے۔ جسم کا خلیہ خلیہ اپنے وجود میں مکمل شخصیت ہے، ہماری زندگی کا پورا ریکارڈ، ہماری عمر کا سارا حساب ہماری عقل و دانش، غرض ہمارے متعلق سب کچھ ہمارے خلیات میں لکھا جا چکا ہے۔ یہ کس نے لکھا ہے؟ حیوانات ہوں یا نباتات سب کی دنیا میں بیج کے اندر پورے کا پورا نقشہ بند ہے، یہ کیسے ہوا؟

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ خوردبین سے بھی مشکل سے نظر آنے والا سیل (Cell) ایک مضبوط، توانا، عقل و ہوش والا انسان بن جاتا ہے اور پھر اپنے ہی خالق کے ہونے پر شک کرنے لگتا ہے؟

ہونٹ، زبان اور تالو کے اجزا کو سینکڑوں انداز میں حرکت دینا کس نے سکھایا کہ آوازیں پیدا ہو سکیں۔ ان آوازوں کو دماغ کے کروڑوں خلیات کے ذریعہ معنی دینا کس نے پڑھایا؟ پُر معنی الفاظ اور ہزاروں زبانوں کا خالق کون ہے؟ کوئی بھی نہیں بس ایک حادثہ ہے؟

کائنات ایک انتہائی حساس کارخانہ کی مانند ہے جس کی ہر چیز ایک خاص حساب اور قواعد کے تحت کام کر رہی ہے، اس کے اٹل قوانین ہیں جن کے بارے میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر ان میں انتہائی معمولی تفاوت بھی آ جائے تو کائنات ختم ہو جائے۔ کشش ثقل، ایٹم کے اندر مقناطیسی طاقت کی نسبت کئی گنا کمزور ہے، اگر یہ تھوڑا سا بھی زیادہ ہوتی تو کائنات کب کی ختم ہو گئی ہوتی اور اگر تھوڑا سا کم ہوتی تو بھی تنگ فضا دھوئیں سے بھری ہوتی۔ اگر ایٹم کے اندر الیکٹران کا چارج پروٹون کی نسبت اربواں حصہ بھی کم ہوتا تو کوئی نباتاتی اور حیوانی زندگی ممکن نہ ہوتی۔ غرض قدرتی طاقتوں میں ذرہ برابر تفاوت کائنات کے نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس انتہائی باریک حساب کے پیچھے کوئی ذی شعور حساب دان بھی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ بے جان اینٹوں نے باہمی مشورہ سے یہ سب کچھ خود ہی ڈیزائن کر لیا ہو، خود ہی بنا لیا ہو اور خود ہی چلا لیا ہو؟

سائنس نے ابھی تک جدھر بھی دیکھا ہے، ایٹم کا جگر ہو یا کہکشاؤں کا عظیم تر نظام، ہر چیز کے اندر اپنا اپنا کلاک بند ہے۔ ستارے انہی کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ چاند اپنے کلاک کے مطابق 271/4 دنوں کے بعد اپنے محور پر ایک چکر کاٹتا ہے۔ سورج ہر گیارہ سال کے بعد تاؤ میں آتا ہے۔ زمین ایک سال کے بعد اپنی پہلی حالت پر واپس آ جاتی ہے۔ 24 گھنٹوں میں اپنے محور پر ایک دفعہ گھوم کر اپنے اوپر چپہ چپہ کو دن رات بخشتی ہے۔ جانور اپنے اندرونی کلاک کے مطابق اپنی افزائش نسل کا انتظام کرتے ہیں۔ آدمی بھی پیدائش سے قبر تک اپنے اندر کے کلاک کی ٹک ٹک پر زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتا ہے۔ ریڈیائی عناصر ایک مقرر حساب کے مطابق ہر آن شعاؤں کو چھوڑتے ہیں۔ یوں کائنات کا ہر نظام اپنے اپنے پروگرام کا پابند ہے۔ یہاں ہر ایک اپنے مقررہ راستہ پر چل رہا ہے۔ کیا یہ عظیم الشان پروگرام محض ایک حادثہ ہے؟

کون ہے وہ جس نے سات سو میل اوپر زمین کو اوزون گیس (Ozon Gas) کا غلاف اڑھا دیا تا کہ سورج کی طاقتور الٹرا وائلٹ شعاؤں کو نیچے آنے سے روک دیا جائے تا کہ حیوانی زندگی کو قائم رکھا جائے؟ کون ہے وہ جو اس مضبوط آسمانی نظام کو کروڑوں سالوں سے قائم رکھے ہوئے ہے جس میں دراڑ آ جائے تو زندگی بھسم ہو کر رہ جائے؟ کون ہے وہ جس نے زمین اور سورج کے درمیان انتہائی مناسب فاصلہ قائم کیا تا کہ زندگی پھلے پھولے؟ کیا یہ سب کچھ کسی حادثہ کا نتیجہ ہے؟ کیا زمین کے اوپر سینکڑوں میل تک ہوائی نمدہ کی تشکیل بھی ایک حادثہ ہے تا کہ زمین کی طرف روزانہ آنے والے لاکھوں شہاب ثاقب اس پر پہنچنے سے پہلے جل کر بھسم ہو جائیں، موسم بدلتے رہیں، بارشیں ہوتی رہیں اور سورج کی گرمی مناسب درجہ حرارت پر زمین کو رکھے؟

کیا یہ بھی حادثہ ہے جس نے درختوں کو سکھا دیا کہ سورج سے روشنی، ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور زمین سے پانی لے کر اپنے جسم بناؤ اور اس کے بدلے ہوا کو آکسیجن دو جو حیوانی زندگی کے لیے ضروری ہے؟

کیا یہ بھی حادثہ ہے جس نے ایک ہی پانی، ایک ہی زمین، ایک ہی سورج کی توانائی سے لاکھوں مختلف قسم کی نباتاتی مخلوق کو پیدا کر دیا؟

کیا یہ بھی حادثہ ہے، جس نے زمین کو انسان کے لیے ہر طرح کے معدنیات، نباتات اور حیوانات سے بھر دیا؟

کیا یہ بھی حادثہ ہے کہ ہر دو انسان مختلف ہیں حتیٰ کہ اربوں انسانوں میں سے کسی دو کی انگلیوں کے نشان تک نہیں ملتے، کسی کی کسی سے شکل نہیں ملتی، ہر ایک کی اپنی اپنی فضیلت اور عقل ہے لیکن اس قدر تفاوتوں کے باوجود آدمیت میں سب یکساں ہیں؟ اگر پھر بھی آپ شک میں ہیں تو اس عالیشان نظام کو کون برقرار رکھ رہا ہے؟ کیا یہ بھی ایک حادثہ ہے؟

انسان کی بنائی ہوئی معمولی سی مصنوعات کے لیے بھی کوئی ڈیزائنر، کوئی کاریگر، کوئی خالق چاہیے لیکن یہ لامحدود کائنات، اپنی تمام تر رنگینیوں کے باوجود یونہی بن گئی تھی۔ انسان کے اپنے بنائے ہر نظام کو چلانے کے لیے کسی سپروائزر کی ضرورت ہے لیکن یہ لامحدود وسعت اور پیچیدگی والا کائناتی نظام بغیر کسی ہمہ وقت، حاضر مستعد، قدیر، حکیم، بصیر، علیم ہستی یونہی چلتا جاتا ہے۔ کیا آپ کی عقل یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے؟

تسلیم کرو یا نہ کرو، کائنات کا ایٹم ایٹم پکار پکار کر یہ باور کراتا ہے کہ اس کو کوئی بنانے والا ہے، کوئی چلانے والا ہے، کوئی سنبھالنے والا ہے۔ اس کی ہستی سے انکار نا ممکن ہے۔

وہی ہے اللہ

رب کائنات، بے مثال ذات پاک جو اپنی تمام تر تخلیقات سے یکتا، ہر جگہ موجود، ہر چیز کا محافظ، ہر آن سے واقف، ہر آہٹ کا سننے والا، زمان و مکان کا خالق، عقل کل، سراسر علم۔

وہ جس نے ہر چیز کو محیط کیا ہے۔
وہ جو ہر جگہ، ہر آن موجود ہے۔
وہ جو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔
وہ جو محبت کا سرچشمہ ہے۔
وہ جو اپنے نہ ماننے والوں کو بھی پالتا ہے۔
وہ جو اوّل بھی ہے آخر بھی
وہ جو ظاہر بھی ہے باطن بھی۔
اپنی ذات میں بے مثل، لامتناہی، کمال میں لاجواب۔

وہی ہے اللہ

کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ہستی کا گواہ ہے۔ پھول ہو کہ پتی، ریت کا ذرہ ہو یا پانی کی بوند، آسمان ہو یا زمین، سبھی اس کی تسبیح میں رطب اللسان ہیں۔ سبھی اس کے حکم کے منتظر ہیں۔ اس کے قوانین کے پابند ہیں۔ وہی سب کا خالق، سب کا پالن ہار، سب کا حساب لینے والا، سب کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے والا ہے، سب کے اندر، سب کے باہر، جس کا حکم ہر جگہ، ہر وقت کارفرما ہے۔ بنانے کے لیے، پہنچنے کے لیے،

کنٹرول کے لیے، نہ اسے وقت چاہیے نہ جگہ۔ زمان ہے کہ مکان، توانائی ہے کہ مادہ سبھی اس کی صفات کے مظہر ہیں۔

وہی ہے اللہ

عجیب بات ہے کہ اس کی حکومت میں رہتے ہوئے ہم اسی سے سرکشی کرتے ہیں۔ میرے دوست۔ آؤ کہ ہم دل وجان سے مان لیں اور خوب پہچان لیں کہ: ہمارا رب، ہمارا پالنہار، ہمارا دوست، ہمارا مالک، وہ جس کی طرف سے ہم آئے ہیں اور جس کی طرف ہم نے واپس جانا ہے، اللہ ہے۔ وہی اللہ جو کائنات کے اندر اور باہر ذرے ذرے کو محیط کیے ہوئے ہے۔ ہر چیز کا ماضی، حال اور مستقبل اس کے سامنے ہے۔ اس کے ماسوا کوئی طاقت اور قوت نہیں۔ ساری کی ساری کائنات اس کے ''کن'' کے اشارے پر معرض وجود میں آ گئی جس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ کائنات اس کی مٹھی میں ہے۔

وہی ہے اللہ

جو باوجود اپنی لا انتہا عظمت، شان وشوکت، قدرت اور طاقت کے اپنے بندوں سے اس قدر پیار کرتا ہے کہ ماں کا پیار اس کے پیار کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ رحمت اس نے اپنے اوپر لازم کر لی کہ اپنے باغیوں کی بھی برابر پرورش کرتا ہے۔ صبر کا یہ حال ہے کہ شیطان جیسے باغی کو بھی پوری مہلت دیتا ہے۔ کرم کی یہ شان ہے کہ بنی آدم، خواہ مومن ہو یا کافر، اس کو مکرم بنا دیا۔ حلیم اتنا کہ انسان کو جب نیک اعمال کا مشورہ دیتا ہے تو کہتا ہے کہ تم مجھے یہ قرض دے رہے ہو۔ معاف کرنے والا ایسا کہ باغی سے باغی شرمسار ہو کر جب ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو وہ دس قدم آگے بڑھ کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے۔

وہی ہے اللہ

جس کی قربت ایسی کہ شاہ رگ سے قریب تر ہے، پیار ایسا کہ زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے دل میں، محبت ایسا کہ مخلوق اس کا کنبہ ہے، منصف ایسا کہ زمین و آسمان اس کے سامنے کانپتے ہیں۔ جابر ایسا کہ جس کے سامنے کسی کی سفارش کام نہیں کرتی جب تک کہ وہ خود نہ چاہے، ہستی ایسی کہ وہ سب کو دیکھتا ہے لیکن کوئی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔

وہی ہے اللہ

واحد یکتا، اپنی مخلوق سے بے نیاز، ہر نقص سے پاک، اپنی حقیقت میں بے مثال، کمال میں لاجواب، اٹل اور مکمل، نہ وہ پیدا کیا گیا، نہ اس نے اپنی ذات سے کسی کو پیدا کیا، وحدہٗ لاشریک، زمان و مکان سے بالاتر، جس کا کوئی ہمسر نہیں، الفاظ جس کی شان کو بیان نہیں کر سکتے لیکن ذرہ ذرہ اس کی پہچان ہے۔ نغمہ نغمہ اس کی آواز ہے۔ بہترین ساتھی، لازوال دوست، نور ہی نور، بے آباد دلوں کو آباد کرنے والا، گمراہوں کو ہدایت دینے والا، کرم کا بادشاہ۔

وہی ہے اللہ

کیسی عجیب بات ہے دوست کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن اس کی عظمت کا اقرار نہیں کرتے؟ انسانی معاشرہ کے لیے قانون اور انصاف کی عدالتوں کا تقاضا کرتے ہیں لیکن اس کے انصاف اور حساب کتاب کا نہیں سوچتے۔ اس کی سلطنت میں رہتے ہیں لیکن اس کے قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔ سائنس کی تو یہ بات مانتے ہیں کہ کائنات میں ہر چیز بامقصد ہے لیکن اپنی حیات کے مقصد کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ سورج اپنا کام کر رہا ہے۔ زمین اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ سمندر اپنا فرض ادا کرنے میں مستعد ہیں۔ ہوائیں اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ غرض یہاں کوئی نہیں جو اپنے مقصد حیات کو پورا نہ کر رہا ہو۔ عجیب بات کہ ہم اپنے مقصد حیات سے بے خبر ہیں!

پندرہ ارب سال کی بات ہے کہ زمین و آسمان کے سب عناصر کا آغاز ہائیڈروجن کے سادہ عنصر سے ہوا۔ پھر اربوں سالوں پر محیط عرصہ میں ایٹمی دھماکوں کے عمل سے ستاروں میں پیچیدہ سے پیچیدہ تر عناصر کی تخلیق ہوتی رہی۔ ایک سے دو، دو سے تین، تین سے چار اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ یوں وہ وہ عناصر جن سے ہماری زمین کو تخلیق ہونا تھا، ہمارے اجسام کو تشکیل پانا تھا، ان کو بنانے کے لیے خالق کائنات ستاروں کو یکے بعد دیگرے دھماکے سے اڑاتا رہا۔ پھر اربوں میلوں پر بکھرے ہوئے ان اجزاء کو اکٹھا کیا، اربوں ستاروں اور بے شمار سیاروں اور زمین کو انسان کے استقبال کے لیے بنایا، جو قرآن مجید کے مطابق کائنات کی غرض وغایت ہے، ڈیزائن میں قدیم ترین اور ظہور میں جدید ترین، اور اپنی صفات میں احسن التقویم ہے۔ لیکن اگر ہوش سے کام نہ لے گا تو اسفل السافلین ہے۔

میرے بھائی، میری بہن، میرے دوست! یاد رکھو!

زندگی زمین کے لیے نہیں آسمان کے لیے ہے۔ یہ جسم کے لیے نہیں، روح کو سنوارنے کے لیے ہے۔ ہمارا اصلی گھر زمین پر نہیں، جنت میں ہے۔ لیکن وہاں کامیاب ہو کر وہی جا سکے گا جو زمین سے دل لگانے کی بجائے آخرت کی فکر کرے گا، جو شیطان سے بچ کر رحمان کے سامنے جھکے گا۔ یہی ہے مقصد حیات

قربان جائیے، اپنے رب کی مہربانی پر کہ انسانی تاریخ میں کوئی ایسا دور نہیں آیا جب اس نے اپنی طرف بلانے کے لیے انسان کی رہنمائی نہ کی ہو۔ وہ ذات پاک ہماری فلاح کے لیے مسلسل اپنے خاص بندے بھیجتی رہی جنہیں ہم اللہ کے نبی اور رسول کہتے ہیں۔ جب انسانی تہذیب اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کے قابل ہو گئی تو اس نے اپنا آخری پیغمبر ﷺ بھیج دیا، جنہوں نے لوگوں کو اسلام پر بلایا، وہی اسلام جو آپؐ سے پہلے تمام نبیوں کا دین تھا، وہ دین جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کو بنایا ہے۔ آئیے اس دین کو روح اور دل میں سما لیں۔

اس دین فطرت کا منبع قرآن کریم ہے، صراط مستقیم کی درخشندہ کتاب، حق و باطل کے معیار کا پیمانہ، تمام نبیوں کی تصدیق کرنے والا، ایک اللہ کے نام پر سب کو اکٹھا کرنے والا، خاندانی نظام، معاشرہ کے سکھ چین، انسانی تہذیب کی سلامتی اور انسانی حقوق کی ضمانت، انسانیت کی وحدت کی بنیاد، دنیا کی زندگی کو جنت بنانے والا اور آخرت میں جنت میں لے جانے والا، یہ ہے وہ قرآن۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔

میرے دوست! جس کسی نے بھی قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی اتباع کی، وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوا۔ جس نے بھی خلوص کے ساتھ سیدھے راستے کو تلاش کیا وہ کامیاب ہوا، لیکن جو اپنی فطرت کے خلاف گیا وہ جنت کے راستے سے ہٹ کر جہنم کی طرف چل پڑا۔

اے زمان و مکان کے مسافرو، اے میرے پیارے ساتھیو! زندگی کا حاصل ''لبیک'' میں ہے۔

لبیک۔ اللھم لبیک۔ لبیک۔ لاشریک لك
لبیک۔ ان الحمد والنعمة لك والملك۔
لاشریك لك۔ لبیك اللھم لبیك۔
لبیك......

حاضر ہوں۔ میرے مولا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ بے شک ہر طرح کی ستائش اور حکومت تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مولا میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور قلب کی اس حاضری ہی میں سب کچھ ہے۔ جس کا کوڈ ورڈ (Code word) ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تسلیم و رضا کے ساتھ جب کوئی بندہ یہ کلمہ پڑھتا ہے تو اسے حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ اس لیے بار بار کہو، ہزار بار کہو۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسی میں نجات ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے، یہی رحمت للعالمین کا پیغام ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا

''اے نوع انسانی کہو کوئی خدا نہیں مگر اللہ، تو تم فلاح پاؤ گے''۔

بوسنیا کے مسلمانوں کی تحریکِ آزادی

سید قاسم محمود

1980ء میں یوگوسلاویہ کا آمرِ مطلق مارشل جوزف ٹیٹو فوت ہوگیا۔ چنانچہ 1980ء سے لے کر 1990ء تک کا زمانہ یوگوسلاویہ کے اندر انتہائی خلفشار، ابتری، لوٹ مار، لوٹ کھسوٹ، تشدد، دہشت گردی اور معاشرتی انحطاط کی کارروائیوں اور داستانوں کا زمانہ ہے۔ مارشل ٹیٹو کی موت سے اِس ملک کی تاریخ نے نیا رُخ اختیار کرلیا۔

تبدیلی کا سب سے پہلا دھماکا 1981ء میں کوسوو میں ہوا۔ کوسوو میں البانوی مسلمان بستے ہیں، جن کی وہاں بھاری اکثریت ہے۔ یوگوسلاویہ اس وقت شدید اقتصادی بحران میں تھا اور اس کا سب سے زیادہ اثر کوسوو پر پڑرہا تھا۔ چنانچہ البانوی مسلمانوں نے اِن حالات کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا۔ یہ بغاوت بڑے بڑے مظاہروں، ہڑتالوں اور تخریبی کارروائیوں کی صورت اختیار کرگئی۔ اسے کچلنے کے لیے یوگوسلاویہ کی فوج استعمال کی گئی۔ ایمرجنسی کا اعلان کردیا گیا، لیکن اس کے باوجود تحریکِ بغاوت جاری رہی۔

یہ لاوا جو کئی سال سے پک رہا تھا، رکنے والا نہ تھا۔ کوسوو کے بعد ملک کے دوسرے حصوں میں بھی احتجاجی شعلے بھڑک اُٹھے۔ پورے ملک میں عوامی غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی، اور اب پورا یوگوسلاویہ سراپا احتجاج بن گیا۔ صرف 1987ء میں یوگوسلاویہ کے اندر جو ہڑتالیں ہوئیں، اُن کی تعداد 1570 تھی۔

اشتراکیت سے لوگ بےزار ہوگئے اور قومی تحریکوں کے اندر نئی زندگی دوڑ گئی۔ خود سرب کمیونسٹوں نے کمیونزم کا لبادہ اتار کر پھینک دیا اور متعصب قوم پرست بن گئے اور انہوں نے خود مارشل ٹیٹو کے قائم کردہ آہنی نظام پر حملے شروع کردیے۔ جمہوریہ سربیا کے مقابلے میں دوسری پانچ جمہوریتوں کی مخالفت بھی شروع کردی۔ اُن کے خیال میں قیادت صرف جمہوریہ سربیا کے پاس ہونی چاہیے، جبکہ دوسری پانچ جمہوریتیں اب حقوق واختیارات میں جمہوریہ سربیا کے ہم پلہ تھیں اور اب یہ صورت سربوں کو گوارا نہ تھی۔ سربوں نے اپنے قدیم نظریات کو زندہ کرنا شروع کردیا اور سرب قوم کی قیادت میں ”عظیم تر سربیا“ کی بحالی کا نصب العین اختیار کرلیا۔ سربوں کے اِن عزائم کا اندازہ اس یادداشت سے لگایا جاسکتا ہے جو ”سرب اکیڈمی برائے سائنس وآرٹ“ نے 1986ء کو حکومت کو پیش کی تھی۔ اس یادداشت میں اکیڈمی نے ”وفاق یوگوسلاویہ“ میں سربوں کی قیادت کو مستحکم کرنے کا تفصیلی پروگرام پیش کیا تھا۔

سرب قوم پرستی کو بڑے زور شور سے زندہ کیا گیا اور 1989ء میں ایک متعصب اور قوم پرست لیڈر میلوسوک (Milosvic) کو سربیا کا سربراہ منتخب کیا گیا۔ یہ شخص ایک نہایت مضبوط مرکزی حکومت کے علم برداروں میں سے تھا۔ یہ دیکھ کر دوسری جمہوریتوں کے اندر سرب تسلط کے خدشات مزید بڑھ گئے۔ خاص طور پر آزادی پسند سلووینیا اور کروشیا نے اس کا سخت نوٹس لیا۔ سلوبودان کا انتخاب اس کی قیادت دیکھ کر کروشیا کے اندر سخت ردِعمل ہوا۔ اور جب مارچ 1990ء میں کمیونزم کے سقوط کے بعد کروشیا میں پہلی مرتبہ الیکشن ہوا تو کروشیا کی ”نیشنل ڈیموکریٹک کروشین یونین“ دوتہائی اکثریت سے جیتی۔ اس پارٹی کی جیت دراصل متعصب سرب لیڈر کے اقتدار پر آجانے کا ردِعمل تھی۔ اس پارٹی کا سربراہ فرانوتوجمان (Franjotodjman) جمہوریہ کروشیا کا نیا صدر منتخب ہوگیا۔ یہ شخص بھی قوم پرست کروات جنرل تھا۔ مارشل ٹیٹو کے اقتدار کے دوران یہ جلاوطن رہا ہے۔

سیاسی میدان میں سربیا اور کروشیا کے اندر برق رفتار تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ اِن تبدیلیوں کا یوگوسلاویہ کے مسلمانوں پر بہت بڑا اثر ہوا اور مسلمانوں نے ضرورت محسوس کی کہ سیاسی طور پر انہیں بھی اپنے آپ کو منظم کرنا چاہیے۔ بوسنیا وہرزیگووینا میں یہ احساس خاص طور پر شدت سے پیدا ہوا کہ اُن کی بقا واستحکام کا دارومدار وہاں کی غالب مسلم اکثریت کی یک جہتی اور اتحاد پر ہے۔ اس صورتِ حال کا احساس کرتے ہوئے ڈاکٹر علی عزت بیگووچ نے مارچ 1990ء میں اسلامی پارٹی تشکیل دی جس کا نام ”ڈیموکریٹک ایکشن پارٹی“ رکھا۔ بوسنیا کی زبان میں اس کا مخفف ”ایس ڈی اے“ تھا۔ یہ سیاسی جماعت مسلمانوں کے اندر بہت مقبول ہوئی۔ ایک تو بوسنیا ہرزیگووینا اور سنجق وکوسوو (سربیا) اور مقدونیہ کے مسلمان اپنی طاقت کو منظم کرنے کی شدید ضرورت محسوس کررہے تھے اور دوسرے اِس کے بانی اور سربراہ ڈاکٹر علی عزت بیگووچ بذاتِ خود بڑی مشہور ومقبول مجاہد شخصیت تھے اور عوام میں اُن کا بڑا احترام اور وقار تھا۔ موصوف قانون داں اور اسلامی مفکر تھے اور کمیونسٹ دور میں دو مرتبہ جیل جاچکے تھے۔ پہلی مرتبہ 1949ء میں ”ینگ مسلم موومنٹ“ کو خلاف قانون قرار دیا گیا، اور دوسری مرتبہ 1983ء میں۔ مارشل ٹیٹو کی وفات کے تین سال بعد جب ملک کے اندر عام بےچینی پیدا ہوئی اور عوامی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایس ڈی اے مارچ 1990ء میں قائم ہوئی اور جب اکتوبر 1990ء میں بوسنیا وہرزیگووینا میں سقوطِ اشتراکیت کے بعد پہلی مرتبہ ملکی انتخابات ہوئے تو یہ پارٹی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئی اور علی عزت بیگ جمہوریہ بوسنیا وہرزیگووینا کے منصب صدارت پر فائز ہوگئے۔

اب سابق یوگوسلاویہ میں تین شخصیتیں سیاسی میدان میں نمایاں ہوگئیں۔ ایک آرتھوڈکس سرب لیڈر میلوسوک، دوسرا کیتھولک کروات لیڈر توجمان صدر کروشیا اور تیسرے مسلم لیڈر علی عزت بیگ صدر بوسنیا۔ 1991ء اور 1992ء میں یوگوسلاویہ کے اندر جو بحران پیدا ہوا، وہ اِن تین لیڈروں کے گرد گھومتا رہا۔ یہ تینوں یوگوسلاویہ کے تین سب سے بڑے نسلی اور مذہبی گروہوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

اسلامی مذہبی کمیونٹی کی تنظیم

بوسنیا وہرزیگووینا اور یوگوسلاویہ کی دوسری مسلم آبادیوں پر آسٹریا، ہنگری کے اقتدار کا پورا عرصہ (1914-1878ء) مسلمانوں کے لیے شدید آزمائش کا زمانہ تھا۔ آسٹریا وہنگری کے حکمران اور مذہبی وسیاسی رہنما مسلمانوں سے صلیبی اور بعد والی سابقہ جنگوں کا انتقام لیتے رہے اور انہوں نے مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ 1909ء میں جب آئینی طور پر بھی ہنگری والوں نے یوگوسلاویہ کے تمام علاقوں کو اپنی ریاست میں مدغم کرلیا تو مسلمانوں کو اپنے مذہبی رسوم وشعائر کی ادائیگی کے لیے محدود پیمانے پر ایک ادارہ حکومت کی نگرانی میں قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ مذہبی ادارہ دوسری عالمی جنگ تک قائم رہا، مگر عملاً یہ غیر موثر رہا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب ان کا تسلط ختم ہوا اور مسلمانوں کی مملکت قائم ہوئی تو پہلے تو مسلمانوں نے خوشیاں منائیں، مگر پھر ان کی ساری

خوشیاں ہوا ہو گئیں، کیونکہ اس نئی مملکت پر آرتھوڈکس سربوں نے غلبہ پالیا اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا، حالانکہ آسٹریا ہنگری کے مظالم سے نجات پانے کے لیے مسلمانوں نے سربوں کا پورا ساتھ دیا تھا۔ سلافی مملکت نے 1921ء میں جو دستور نافذ کیا تھا، وہ اگرچہ تمام مذہبی گروپوں کو یکساں حقوق دیتا تھا، مگر عملاً سارے حقوق آرتھوڈکس عیسائیوں کو حاصل تھے۔ باقی مذہبی گروپ مذہبی آزادی سے بڑی حد تک محروم رہے، حتیٰ کہ کیتھولک فرقے کے پیروکار بھی سربوں کے ہاتھوں نالاں رہے۔ 1931ء کے دستور کا بھی یہی حال تھا۔ مسلمان اِس گروہی امتیاز کے خلاف مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور اپنے تشخص کی حفاظت کے لیے جانیں لڑاتے رہے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمے (1945ء) کے بعد مارشل ٹیٹو کا دور آیا اور کمیونزم کی لہر دوڑ گئی، جس کے نتیجے میں مذہب مجموعی طور پر نفرت و کراہت کا نشانہ بن گیا۔ اس کی زیادہ زد اسلام پر پڑی۔ مسلمانوں کی اوقاف کی زمینیں اور جائیدادیں بھی قومی ملکیت کے قانون کے تحت حکومت نے اپنے قبضے میں لے لیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی اداروں کو شدید ضرب لگی۔

1959ء کے آئین میں مسلمانوں کی طویل جدوجہد اور لاتعداد قربانیوں کے نتیجے میں مسلمانوں کے مذہبی اداروں اور مذہبی رسوم کا نظام بحال کرنے کی دفعہ 3 میں کہا گیا: ”اسلامی مذہبی کمیونٹی اپنے مذہبی شعائر ادا کر سکے گی اور اپنے مذہبی فرائض اور اسلامی احکام کی تعلیم علانیہ دے سکے گی۔ اُسے یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے دینی، تعلیمی اور مالی امور کا انتظام کرے۔“

مالی امور کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے یوں مشکل ہو گیا کہ مسلمانوں کے عظیم الشان اوقاف جو زرعی زمینوں اور بھاری بھرکم عمارتوں کی صورت میں تھے اور علی الخصوص غازی خسرو بک نے، جو بہت سی جائیدادیں دینی تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر دی تھیں، وہ کمیونسٹ حکومت نے اپنے قبضے میں لے لی تھیں۔ چنانچہ مذکورہ دستور کی دفعہ 14 میں مسلمانوں کے وسائل و ذرائع کی یوں نشان دہی کی گئی:

- ☆ مسلم کمیونٹی کے اداروں کی املاک اور اُن کی آمدنی (اس میں وقف شامل نہیں)
- ☆ چندے جو مسلم گروہ کی طرف سے جمع کیے جائیں
- ☆ چندوں سے ہونے والی آمدنی
- ☆ تحائف، اور وصیتیں
- ☆ مذہبی خدمت کی خاطر جمع ہونے والا ٹیکس
- ☆ حکومت کی امداد
- ☆ دیگر آمدنی، جس کا ذریعہ واضح ہو۔

مذکورہ بالا تمام مالی ذرائع ناکافی تھے۔ مسلمانوں کا بڑا ذریعۂ آمدنی زراعت تھا اور جب اُن کی زمینیں حکومت نے ہتھیالیں، تو وہ مفلوک الحال ہو گئے۔ ٹیٹو حکومت نے 14 اپریل 1960ء کو نیا معاہدہ جاری کیا جسے ”مسلم کمیونٹی کا سوشل سیکیورٹی سسٹم“ کا نام دیا گیا۔ اس طرح کا معاہدہ اپریل 1952ء اور دسمبر 1958ء میں بھی ہوا تھا، مگر مسلمانوں نے اسے کمیونسٹوں کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ”دل بہلاوا“ قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اب 1960ء کے معاہدے کی رُو سے مسلم مذہبی کمیونٹی کے ملازمین (امام، خطیب، مدرس، مفتی، موذن اور دیگر خدام) کے لیے تنخواہوں اور مالی وظیفوں اور علاج کے لیے کچھ سہولتوں کا انتظام کیا گیا۔ (جاری ہے)

رمضان المبارک کے دوران
تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں دورہ ترجمہ قرآن کے مقامات

	مکمل ترجمہ قرآن مع تراویح	
ماڈل ٹاؤن	مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، 36-K ماڈل ٹاؤن	ڈاکٹر عارف رشید
سمن آباد	مسجد بنت کعبہ، 866-N پونچھ روڈ سمن آباد	چودھری رحمت اللہ بٹر
گڑھی شاہو	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، 67-A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو	عبداللہ اسماعیل
شالامار	گھونگھٹ شادی ہال، 309 جی ٹی روڈ بالمقابل پاکستان منٹ گیٹ	عاطف عماد
شیخوپورہ	مسجد خدیجہ الکبریٰ، محلہ غوثیہ نگر چٹی کوٹھی روڈ شیخوپورہ	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
	خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح	
شادباغ	خلافت بلڈنگ، مکان نمبر 3 گلی نمبر 17 وسن پورہ شادباغ	ڈاکٹر سلیم الدین خواجہ
اندرون شہر	مسجد الغنی، اندرون لوہاری گیٹ	عمران حمید
چھاؤنی	مسجد مکتب خدام القرآن 4 اکیڈمی روڈ والٹن روڈ	مرزا محمود الحسن
کینٹ	مسجد الہدیٰ، بہار شاہ روڈ ڈی بلاک الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ	حافظ محمد اشرف
گڑھی شاہو	رہائش گاہ ڈاکٹر محمد ابراہیم، 235 لاریکس کالونی گڑھی شاہو	ڈاکٹر ابراہیم
جوہر ٹاؤن	ادارہ اصلاح و تبلیغ، 364-B/III جوہر ٹاؤن	حافظ عبداللہ محمود
	مکمل ترجمۂ قرآن بعد از تراویح	
شاہدرہ	مسجد نور الہدیٰ، فیروز والا	ڈاکٹر اقبال حسین / نعیم اختر عدنان
مصطفیٰ آباد	مسجد نور چوک مارکیٹ گلستان کالونی مصطفیٰ آباد	اقبال حسین
	خلاصہ مضامین قرآن بعد از تراویح	
گڑھی شاہو	مکی مسجد لاریکس کالونی نمبر 2 ایکسٹینشن کینال بنک گڑھی شاہو	شکیل احمد
شادمان	مسجد تاج آرکیڈ بیسمنٹ بالمقابل سروسز ہسپتال	شکیل احمد
راوی روڈ	رہائش گاہ محمد احمد، نزد لال مسجد قصور پورہ راوی روڈ	مبارک گلزار
اندرون شہر	رہائش گاہ محمد عامر نزد حاجی محمد صدیق مٹھائی والے مکان نمبر 1009 اندرون شیرانوالہ گیٹ (نماز عشاء سے ایک گھنٹہ قبل)	مبارک گلزار
اندرون شہر	مسجد فضلیہ عثمانیہ مونگیا سٹریٹ دیو سماج روڈ سنت نگر	نثار احمد خان

یہ وہ سحر تو نہیں

ابوکلیم نبی محسن، باجوڑ ایجنسی

اِس میں کوئی شک نہیں کہ مملکت خداداد پاکستان کا قیام ایک نظریے کے تحت عمل میں آیا۔ اِس کے حصول کے لیے ہزاروں لوگ قربان ہو گئے، ہزاروں بے گھر ہو گئے۔ اپنے نئے ملک آنے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ بے شمار پاکباز عورتیں بے آبرو ہو گئیں۔ بچے یتیم ہو گئے۔ جبکہ انتہائی عمر رسیدہ مردوں عورتوں کو بھی تہہ تیغ کیا گیا۔ یہ قربانیاں صرف اِس مقصد کے لئے لیے دی گئی تھیں کہ توحید کی بنیاد پر ایک ایسی ریاست وجود میں آئے، جہاں شریعت کو اپنی بہار دکھانے کا موقع مل سکے۔ اللہ رحیم ہے، اُس کی رحمت سے ہمیں آزاد ملک حاصل ہو گیا۔ مگر افسوس کہ جلد ہی ہم اپنے وعدے سے منحرف ہو گئے۔ ہم سیکولرازم کے اسیر بن گئے۔ ہم نے مکہ کی بجائے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ ایمانی حقائق کو چھوڑ کر نام نہاد ذہنی حقائق پر نگاہیں مرکوز کر لیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب میں گھر گئے۔ ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ہر طرح کی پریشانیوں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ملک میں امن وامان نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ ہر طرف ظلم و زیادتی، فساد، لوٹ مار اور سب سے بڑھ کر کمر توڑ مہنگائی نے لوگوں کی زندگی جہنم بنا دی۔ آج اہل پاکستان انتہائی اضطراب اور کرب میں مبتلا ہیں۔

اِس بے نصیب قوم کی تمام مصیبتوں کا حل صرف یہ ہے کہ جس نظریہ پر یہ ملک حاصل ہوا تھا، اِس نظریہ پر اِس ملک کو چلایا جائے۔ ہم نے اب تک نظریۂ پاکستان سے ریورس گیر لگایا اور وہ مقصد یکسر فراموش کئے رکھا، جو بانیانِ پاکستان کے پیش نظر تھا۔ علامہ اقبال اور قائداعظم تو یہ چاہتے تھے کہ ایک ایسی ریاست وجود میں آئے جس میں اسلامی نظام نافذ کر کے عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ مگر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ آج وہ لوگ جو اسلامی نظام یا خلافت کا نعرہ لگاتے ہیں، معتوب ہو گئے ہیں۔ انہیں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

آج کے ''روشن خیالوں'' کے نظر میں یہ بنیاد پرست اور انتہا پسند ٹھہرے ہیں۔ اِن لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ ان کے خون سے مدرسوں کو خون رنگ کیا گیا۔ انہیں پکڑ کر امریکہ بہادر کے حوالہ کیا گیا اور جو بچ گئے ان پر بموں کی بارش کر دی گئی۔ اور یہ سلسلہ اب اور بھی شدت سے جاری ہے۔ موت کے سوداگروں نے حال ہی میں ایک سو سولہ ملین ڈالرز کے عوض مسلمانوں کے خون کا سودا کیا ہے۔ یہ سب کچھ حکومت کی غلط پالیسیوں اور ملک میں بے حیا روشن خیالی نافذ کرنے کا نتیجہ ہے۔ 14 اگست جو اس ملک کے آزادی کا دن ہے، سے ایک دن قبل حکومت نے باجوڑ ایجنسی کے اکثر علاقوں پر جیٹ طیاروں، بھاری توپ خانے اور ہیلی کاپٹروں سے اِس قدر شدید گولہ باری کی، کہ اس کی مثال ہم نے خونی جنگ عراق میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ اِس بمباری سے کئی خاندان صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ بیک وقت ایک ایک خاندان کے دس، دس، بارہ، بارہ افراد تکہ بوٹی ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دفنانے والے بھی خاندان میں نہیں بچے۔ اتنے لوگ مارے گئے کہ ہر گاؤں ماتم کدہ بن گیا۔ یہ بمباری صرف اِس شک پر کی گئی کہ اِس علاقے میں طالبان (اسلامی نظام چاہنے والے) موجود ہیں۔ اِس خوفناک صورتحال میں لوگ ان علاقوں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تقریباً سو کلو میٹر تک کا فاصلہ ان لوگوں نے پیدل طے کیا۔ لوگوں کے اِس سمندر میں انتہائی بوڑھے مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ ایسی جوان لڑکیاں بھی ان نقل مکانی کرنے والوں میں موجود تھیں جنہوں نے شاید ہی کبھی باہر دنیا دیکھی ہو۔ یہ لوگ کبھی اُٹھتے اور کبھی گرتے ہوئے اور سسکیاں لیتے ہوئے جا رہے تھے۔ رات کو بارش ہوئی۔ بہت سی عورتیں راستے ہی میں زندگی کی بازی ہار گئیں۔ ان لوگوں پر ستم ڈھانے والے نہ تو اسرائیلی فوجی تھے اور نہ انڈیا کے، یہ ہماری پاک فوج کے جوان تھے۔ سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے ہنستے بستے گھر ویران ہو گئے، جن کے گھر کے تمام افراد مر گئے، ان کے دلوں میں پاک فوج کے لئے کیا احساسات ہوں گے۔ کیا وہ فدائین یا خودکش نہیں بنیں گے؟

خدائی نظام کے باغیوں کے ظلم کی وجہ سے آج پورے ملک میں فدائین پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ صورتحال انتہائی خوفناک ہے۔ ملک میں خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔ ان حالات میں ملک کو داخلی انتشار سے بچانے اور ستم رسیدہ لوگوں کو خودکش بمبار بننے سے روکنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ملک میں نظام خلافت قائم کیا جائے۔ لوگوں کو انصاف اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ مکمل امن وسکون اور عدل وانصاف ماسوائے خدائی نظام کے اور کسی نظام میں نہیں ہے۔ ارباب اختیار کو فوراً نظریۂ پاکستان کو عملی جامہ پہنانا چاہیے، تاکہ اللہ کی مدد بھی ہمارے شامل حال ہو جائے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ ہم اللہ تعالیٰ کے باغیوں کے صف میں کھڑے ہیں۔ جن لوگوں کو ارباب اختیار اور اُن کے فکری ہمنوا دہشت گرد کہتے ہیں یہ دہشت گرد نہیں بلکہ یہ حکومت کی ظلم وبربریت کی وجہ سے عسکریت پسندی کی جانب مائل ہو گئے ہیں۔ یہ ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کی صورتحال ہے جو ہم نے اپنی غلط پالیسیوں سے خود پیدا کی ہے۔ یہ لوگ اور پاکستان کے دیگر عوام سرزمین خداداد میں خدا کا نظام دیکھنا چاہتے ہیں اور حکمران طبقہ اپنے گھٹیا سیاسی مفادات کی خاطر اور اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے اسلام کی راہ روکنا چاہتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں حقیقی دہشت گرد یہی طبقہ ہے جو عوام کی خواہشات کے برعکس اُن پر غیر اللہ کا نظام مسلط کرنے پر مصر ہے، جو طاغوتی نظام کا محافظ بنا ہوا ہے، اور اپنے غلط طرز عمل سے خدا کے قہر وغضب کو دعوت دے رہا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے یہ حکمران غیروں کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان کے ایجنٹ بن گئے ہیں، اور سرزمین خداداد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے، اسلام کے احیاء کی خاطر یہ ملک حاصل کیا تھا، آج ظالم اور جابر حکمرانوں نے خود مسلمانوں ہی پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اسلام کو ریاستی ایوانوں سے بے دخل کرنے اور اسلامی تحریک کی راہ روکنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیا یہ صورتحال پوری قوم کے لیے تکلیف دہ نہیں ہے؟

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
تھا جس کا انتظار یہ وہ سحر تو نہیں

خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

پروفیسر حباب احمد خان

واہ ضلع راولپنڈی کا تاریخی مقام ہے جو لاہور پشاور شاہراہ پر واقع ہے۔ ٹیکسلا کا اڈہ کراس کرتے ہی واہ کینٹ کا ایریا شروع ہو جاتا ہے۔ ''واہ'' کا نام شمال مغرب میں واقع مغل گارڈن' جسے واہ گارڈن کہا جاتا ہے' کی وجہ سے پڑا۔اس کے متعلق تاریخی طور پر دو روایتیں ہیں کہ واہ کو واہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا اور شاہکار انسائیکلوپیڈیا پاکستان کے مطابق مغل بادشاہ اکبر نے اپنے عہد حکومت میں اس علاقے کا دورہ کیا تو اس نے یہاں کے سبزہ زاروں اور شیریں پانی سے متاثر ہو کر کہا تھا: ''واہ'' اسی دن سے مغل گارڈن کے اس گاؤں کا نام واہ پڑ گیا۔

جبکہ دوسری روایت مغل بادشاہ جہانگیر کے متعلق ہے کہ جب وہ کابل سے لاہور آ رہا تھا تو اٹک پار کرنے کے بعد اسے ایک ایسے مقام کی تلاش تھی جہاں وہ کچھ روز قیام کر کے اپنے طویل سفر کی تھکن دور کر سکے۔ چلتے چلتے حسن ابدال سے متصل دو پہاڑوں میں گھرا ایک گاؤں نظر آیا جس کے چاروں طرف لوکاٹ' بادام' آلوچے اور انگوروں کے باغات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔اس کے گاؤں کے مشرق میں واقع ایک پہاڑی کے دامن سے سات قدرتی چشمے نکلتے تھے جو آبشار کی شکل میں گاؤں اور باغات کی پانی کی ضروریات پوری کرتے۔ جہانگیر نے اس روح پرور اور فرحت افزا گاؤں کے حسن اور اس کی فضا کو دیکھا تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلا ''واہ''۔ جہانگیر اور اس کے قافلے نے یہاں دو ماہ قیام کیا۔اس گاؤں میں کھیٹر قبیلہ آباد تھا۔ سردار نے جہانگیر اور اس کے قافلے کی ضروریات پوری کیں۔ اسی مختصر قیام کے دوران جہانگیر نے خوبصورت عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا جو بعد ازاں تکمیل پذیر ہوا۔عہد انگریز میں پنجاب کے وزیر اعظم (وزیر اعلیٰ) سردار سکندر حیات کا تعلق بھی اسی واہ گاؤں سے تھا۔ سردار شوکت حیات' جو مشہور مسلم لیگی راہنما رہے' وہ بھی اس گاؤں کے تھے۔ اکبر یا جہانگیر کی زبان سے نکلا ہوا ''واہ'' اس گاؤں کا ایسا نام پڑا کہ اب تک اسے واہ ہی کہا جاتا ہے۔ واہ گارڈن ایک سیاحتی مقام کی حیثیت اختیار کر گیا' لوگ قریب دور سے یہاں آتے اور یہاں کے پانی اور پھلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

یہ گاؤں اب بھی موجود ہے مگر مغل گارڈن اور مغل عمارت محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہیں۔ ''سرکاری سرپرستی'' یا ''خاندانی وراثت'' کی تقسیم کے باعث اس کے چشموں کے سوتے اب تقریباً خشک ہو چکے ہیں۔اس کے باوجود سیاح آتے جاتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد بانیٔ پاکستان نے ملک میں اسلحہ ساز کارخانوں کے قیام پر غور کیا اور ایک غیر ملکی اسلحہ ساز ماہر نیوٹن بوتھ کو منصوبہ بندی کا کام سونپا گیا۔ مسٹر نیوٹن نے جلد ہی قائداعظم کو رپورٹ پیش کر دی جو کابینہ اور متعلقہ کمیٹیوں سے منظور ہونے کے بعد یوں روبہ عمل آئی کہ اکتوبر 1948ء میں پہلا اسلحہ ساز کارخانہ CMH راولپنڈی کے قریب ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم کیا گیا اور 1951ء میں پروڈکشن شروع ہو گئی۔

وطن عزیز کو جارح بھارت کے مقابلے میں اسلحے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی بڑے اسلحہ ساز کارخانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ 1951ء میں پاکستان کے دوسرے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے پاکستان آرڈیننس فیکٹری (POF) کی بنیاد رکھی۔ اور ساتھ ہی چھاؤنی کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ واہ گاؤں سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے اس چھاؤنی کو ''واہ کینٹ'' کا نام دیا گیا۔ POF کی تعمیر میں حیدر آباد دکن کے مشہور مسلمان حکمران وزیر اعظم میر لائق علی خان نے بنیادی امداد فراہم کی، اسی لیے ایک چوک کا نام ان کے نام سے ''لائق علی چوک'' رکھا گیا۔ جہاں ایک بڑی مارکیٹ اور ایک وسیع میدان ہے، جہاں بڑے بڑے تاریخی جلسے منعقد ہوتے رہے۔

واہ کینٹ انتہائی صاف ستھرا' خوبصورت' دلکش اور پرامن علاقہ ہے۔ یہ پاکستان کا واحد شہر ہے جس کی شرح خواندگی 100 فیصد ہے۔ کارگل جنگ میں شہید ہونے والے پہلے نوجوان کیپٹن ناصر کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔ شہر کے وسط میں قائم جامع مسجد جو بادشاہی مسجد لاہور کا عکس ہے اس کے سامنے قائم پارک کا نام ناصر شہید کے نام پر ہے۔ یہاں فیکٹری کا جو گیٹ ہے اسے ''مین گیٹ'' کہا جاتا ہے۔ پاکستان آرڈیننس فیکٹری تین یونٹوں پر مشتمل ہے: انجینئرنگ' فلنگ اور ایکسپوزنگ۔ 1952ء میں اپنے کام کا آغاز کرنے والے اس ادارے میں ہلکے ہتھیار اور ان کا ایمونیشن' شیل' کارٹرج' آرٹلری' ایئر کرافٹ' اسلحے کے فیوز' پرائمری مارٹر بم' ایئر کرافٹ بم' دستی بم' خود کار رائفلیں' مشین گن' سب مشین گن' میزائل اور مسلح افواج کے لیے ہر قسم کا ضروری گولہ بارود یہاں تیار ہوتا ہے۔ اسلحہ ساز کارخانوں میں 26 ہزار سے زائد ملازمین' انجینئرز جدید ٹیکنالوجی کے اصولوں کے مطابق کام کرتے ہیں۔ان کی شبانہ روز محنت اور لگن سے POF نے ایسے صنعتی ادارے کی شکل اختیار کر لی ہے جو فوجی ضرورت کے اسلحے اور ہتھیاروں کے علاوہ دوسری صنعتوں کے ضروری پرزے بھی تیار کر رہا ہے۔

21 اگست کی دوپہر POF کے مزدوروں کے لیے جو اپنے کام کی تکمیل کے بعد خوشی خوشی گھروں کو جانے کے لیے فیکٹری کے مین گیٹ اور اسلم مارکیٹ سے ملحقہ گیٹ نمبر 1 سے نکل رہے تھے' ڈھائی بجے کا وقت پیامِ مرگ بن کے آیا۔ پہلے مین گیٹ پر خودکش حملہ ہوا، اس کی بازگشت جاری تھی کہ گیٹ نمبر 1 پر ایک اور خودکش حملہ ہوا اور سینکڑوں بے گناہ خاک و خون میں نہا گئے۔ مجموعی طور پر 85 سے زائد افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پاکستان کا انتہائی پرامن علاقہ مقتل میں تبدیل ہو گیا۔ 19 نومبر 1995ء میں اسلام آباد میں قائم مصر کے سفارت خانے سے شروع ہونے والے خودکش حملوں کا سلسلہ اب اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ 2008ء میں پاکستان خودکش حملوں کے حوالے سے سرفہرست آ چکا ہے۔ پاکستان میں خودکش حملوں کا نشانہ بننے والوں کو تین بڑے درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ عام شہری' حکومتی اور فوجی اہلکار اور پولیس۔ پاکستان میں ہونے والے خودکش حملے افغانستان سے زیادہ خطرناک ہیں۔ افغانستان میں ہلاکتوں کا اوسط ہر حملے میں دو افراد جبکہ پاکستان میں نو ہے۔

افغانستان میں خودکش حملوں میں فوجی ہلاکتوں کا

تناسب ایک تین کا ہے جبکہ پاکستان میں یہ ایک پانچ کا ہے۔ سویلین ہلاکتوں میں تناسب افغانستان میں ایک دو کا اور پاکستان میں ایک انیس کا ہے۔ اس سے خودکش حملوں کی ہلاکت خیزی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خودکش حملوں میں 2005ء کے بعد تیزی آئی۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کہ POF واہ کینٹ میں ہونے والے یہ دھماکے وحشت، درندگی اور انسانیت کی تذلیل کی بدترین مثال ہیں۔ کوئی ذی شعور انسان اسے درست نہیں کہہ سکتا مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسا 2005ء اور اس کے بعد کیوں ہوا؟ طالبانائزیشن اور طالبان کے نام پر جو کھیل کھیلا جارہا ہے کیا واقعی اس کے ذمہ دار وہ ہیں یا کوئی اور؟ حالات وواقعات شہادت دیتے ہیں کہ اس میں پس پردہ ملک دشمن قوتیں ہیں جس کا اعتراف کئی بار عسکری اور سیاسی قائدین کرچکے ہیں اور اس کی تائید طالبان کے طرزِ عمل سے بھی ہوتی ہے۔

نائن الیون کے بعد افغانستان پر کارپٹ بمباری ہوئی مگر پاکستان میں کوئی حملہ نہیں ہوا۔ وہاں گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیے گئے شادی کے گھر ماتم کدے میں تبدیل کردیے گئے مگر یہاں کسی کی نکسیر نہیں پھوٹی مگر 2005ء کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا جب پاکستان کی سکیورٹی فورسز نے قبائل کو خاک وخون میں نہلایا۔ یہ جنرل (ر) پرویز مشرف نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے کہنے پر کیا۔ ڈمہ ڈولا اور دوسرے مقامات پر بے گناہوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے ہمارے مقتدرین نے قبائل اور پشتون کیمسٹری کو بھلا دیا کہ انتقام اس معاشرے کی ایسی روایت ہے کہ جسے تمام تر تہذیبی ترقی کے باوجود وہ نہیں بھلا سکے۔ المیہ یہ ہے کہ مشرف کی پالیسیوں پر ان کے جانے کے بعد بھی عمل جاری ہے۔ 18 فروری کے بعد مذاکراتی عمل شروع ہوا تو انتقام کی آگ سرد پڑ گئی مگر جولائی 2008ء کے بعد یہ سلسلہ ازسرِنو شروع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جنرل مشرف نے معاہدے کیے اور توڑے تو موجودہ حکومت نے بھی وہی کام شروع کردیا۔ انتقام کی اس آگ میں بے گناہ بھسم ہو رہے ہیں۔ طاقت کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔ اب پارلیمنٹ موجود ہے تو پھر فیصلے بالا بالا کیوں ہو رہے ہیں؟ ملک کی بنیادیں ہلانے والے اصلی ہاتھوں کو کب بے نقاب کیا جائے گا اور اس ملک میں۔

کب نظر آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام ماہِ رمضان المبارک کے دوران

شہر کراچی میں ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام

(تراویح کے ساتھ)

1	ڈیفنس فیز 6	مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی خیابان راحت درخشاں	جناب اعجاز لطیف
2	یاسین آباد	قرآن اکیڈمی یاسین آباد بالمقابل شمیم گارڈن بلاک 9 فیڈرل بی ایریا	جناب عامر خان
3	سوسائٹی	گلستان انیس کلب نزد ہل پارک شہید ملت روڈ	شجاع الدین شیخ
4	نارتھ کراچی	زینت محل H-11 یوپی موڑ نارتھ کراچی	مفتی طاہر عبداللہ صدیقی
5	گلشن اقبال	فاران کلب نزد نیشنل اسٹیڈیم (زیر اہتمام فاران کلب انٹرنیشنل)	جناب محمد نعمان
6	گلستان جوہر	ہل ٹاپ لان بلاک 17 گلستان جوہر	انجینئر نوید احمد
7	شاہ فیصل کالونی	خالدہ مصطفیٰ ہال۔ گرین ٹاؤن C-250 متصل شاہ فیصل کالونی نمبر 3	سید راشد حسین شاہ
8	ملیر	الخیر کیونٹی سینٹر متصل ابراہیم ویلا نزد جامعہ ملیہ بس اسٹاپ ملیر	ڈاکٹر سید سعد اللہ
9	کورنگی	قرآن مرکز کورنگی متصل جامع مسجد طیبہ سیکٹر A-35 کورنگی نمبر 4	انجینئر نعمان اختر
10	لانڈھی	قرآن مرکز پلاٹ نمبر 862 ایریا D/37 نزد رضوان سویٹ لانڈھی 2	محمد ہاشم
11	گلزار ہجری	میٹرولان، میٹروول 3 نزد ہاشمہ گارڈن بالمقابل مینہ ٹاؤن تھانہ ابوالحسن اصفہانی روڈ	محمد جمیل احمد

تراویح کے بعد (خلاصہ مضامین قرآن)

1	ڈیفنس فیز 1	بلاک نمبر 2/B مین کورنگی روڈ عقب کالٹیکس پٹرول پمپ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی	جناب سلیم الدین
2	پیر کالونی	PIB لان 8 نمبر بس کا آخری اسٹاپ	ڈاکٹر محمد الیاس
3	برنس روڈ	ہالا لان آئی آئی چندریگر روڈ نزد جنگ اخبار	انجینئر عثمان علی
4	نارتھ ناظم آباد	نوبل پوائنٹ شادی ہال نزد بخشی حسن چورنگی نارتھ ناظم آباد	جناب فیصل منظور
5	گلستان جوہر	سالکین بسیرا بلاک 14 نزد جوہر ڈگری کالج گلستان جوہر	سیف اللہ سیف
6	نارتھ کراچی	جامع مسجد عالمگیر میروز پلازہ H-11 یوپی موڑ نارتھ کراچی	جناب نوید مزمل
7	نارتھ کراچی	جامع مسجد شادمان سیکٹر B-14 شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی	طارق امیر پیرزادہ
8	اورنگی ٹاؤن	مکان نمبر 174 بلاک J-1 سیکٹر F/4 فرنیچر موڑ نزد جامع مسجد مصطفیٰ	حافظ عمیر انور

www.doratarjumaquran.pk

ان شاء اللہ العزیز قرآن اکیڈمی لاہور میں

دورۂ ترجمہ قرآن حکیم

کا پروگرام حسب سابق اس سال بھی ہوگا

اور یہ ذمہ داری **ڈاکٹر عارف رشید** ادا کریں گے۔

اس سلسلہ کا افتتاحی پروگرام یکم ستمبر 2008ء کو بعد نماز عشاء ہوگا

جس میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

"تعارف قرآن" کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے اور **"سورة الفاتحه"** کا درس دیں گے

2 ستمبر سے ان شاء اللہ باقاعدہ دورہ ترجمہ قرآن حکیم کا پروگرام شروع ہوجائے گا

☆ قرآن اکیڈمی میں نماز عشاء ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ادا کی جائے گی

☆ خواتین کے لیے پردہ کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے

رمضان المبارک کے دوران

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں دورہ ترجمہ قرآن کے مقامات

	مکمل ترجمہ قرآن مع تراویح	
ماڈل ٹاؤن	مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن	ڈاکٹر عارف رشید
سمن آباد	مسجد بنت کعب، N-866 پونچھ روڈ سمن آباد	چوہدری رحمت اللہ بٹر
گڑھی شاہو	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو	عبداللہ اسماعیل
شالامار	گھوگھست شادی ہال، 309 جی ٹی روڈ بالمقابل پاکستان منٹ گیٹ	عاطف عماد
شیخوپورہ	مسجد خدیجہ الکبریٰ، محلہ غوثیہ گرچی کوٹھی روڈ شیخوپورہ	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
	خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح	
شادباغ	خلافت بلڈنگ، مکان نمبر 3 گلی نمبر 17 وسن پورہ شادباغ	ڈاکٹر سلیم الدین خواجہ
اندرون شہر	مسجد النخی، اندرون لوہاری گیٹ	عمران حمید
چھاؤنی	مسجد مکتب خدام القرآن 4 اکیڈمی روڈ والٹن روڈ	مرزا محمود الحسن
کینٹ	مسجد الہدیٰ، بہار شاہ روڈ ڈی بلاک الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ	حافظ محمد اشرف
گڑھی شاہو	رہائش گاہ ڈاکٹر محمد ابراہیم، 235 لاریکس کالونی گڑھی شاہو	ڈاکٹر ابراہیم
جوہر ٹاؤن	ادارہ اصلاح و تبلیغ، B/III-364 جوہر ٹاؤن	حافظ عبداللہ محمود
	مکمل ترجمۂ قرآن بعد از تراویح	
شاہدرہ	مسجد نور الہدیٰ، فیروز والا	ڈاکٹر اقبال حسین / نعیم اختر عدنان
مصطفیٰ آباد	مسجد نور چوک مارکیٹ گلستان کالونی مصطفیٰ آباد	اقبال حسین
	خلاصہ مضامین قرآن بعد از تراویح	
گڑھی شاہو	مکی مسجد لاریکس کالونی نمبر 2 ایکسٹینشن کینال بنک گڑھی شاہو	شکیل احمد
شادمان	مسجد تاج آرکیڈ جیل روڈ بالمقابل سروسز ہسپتال	شکیل احمد
راوی روڈ	رہائش گاہ محمد احمد، نزد لال مسجد قصور پورہ راوی روڈ	مبارک گلزار
اندرون شہر	رہائش گاہ محمد عامر نزد حاجی محمد صدیق مٹھائی والے مکان نمبر 1009 اندرون شیرانوالہ گیٹ (نماز عشاء سے ایک گھنٹہ قبل)	مبارک گلزار
اندرون شہر	مسجد فضلیہ عثمانیہ موہنگیا سٹریٹ دیو سماج روڈ سنت نگر	نثار احمد خان

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ماہ رمضان المبارک کے دوران

شہر کراچی میں ہونے والے دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام

(تراویح کے ساتھ)

1	ڈیفنس فیز 6	مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی خیابان راحت درخشاں	جناب اعجاز لطیف
2	یاسین آباد	قرآن اکیڈمی یاسین آباد بالمقابل شمیم گارڈن بلاک 9 فیڈرل بی ایریا	جناب عامر خان
3	سوسائٹی	گلستان انیس کلب نزد ہل پارک شہید ملت روڈ	شجاع الدین شیخ
4	نارتھ کراچی	زینت محل H-11 یوپی موڑ نارتھ کراچی	مفتی طاہر عبداللہ صدیقی
5	گلشن اقبال	فاران کلب نزد نیشنل اسٹیڈیم (زیر اہتمام فاران کلب انٹرنیشنل)	جناب محمد نعمان
6	گلستان جوہر	ہل ٹاپ لان بلاک 17 گلستان جوہر	انجینئر نوید احمد
7	شاہ فیصل کالونی	خالد مصطفیٰ ہال۔ گرین ٹاؤن C-250 متصل شاہ فیصل کالونی نمبر 3	سید راشد حسین شاہ
8	ملیر	الخیر کمیونٹی سینٹر متصل ابراہیم ویلا نزد جامعہ ملیہ بس اسٹاپ ملیر	ڈاکٹر سید سعد اللہ
9	کورنگی	قرآن مرکز کورنگی متصل جامع مسجد طیبہ سیکٹر A-35 کورنگی نمبر 4	انجینئر نعمان اختر
10	لانڈھی	قرآن مرکز پلاٹ نمبر 1862 ایریا 37/D نزد رضوان سویٹ لانڈھی 2	محمد ہاشم
11	گلزار ہجری	میٹرولان، میٹروول 3 نزد واثمہ گارڈن بالمقابل سیڈ ٹاؤن تھانہ ابوالحسن اصفہانی روڈ	محمد جمیل احمد

تراویح کے بعد (خلاصہ مضامین قرآن)

1	ڈیفنس فیز 1	بلاک نمبر 2/B مین کورنگی روڈ عقب کالٹیکس پٹرول پمپ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی	جناب سلیم الدین
2	پیر کالونی	PIB لان 8 نمبر بس کا آخری اسٹاپ	ڈاکٹر محمد الیاس
3	برنس روڈ	ہالان آئی آئی چندریگر روڈ نزد جنگ اخبار	انجینئر عثمان علی
4	نارتھ ناظم آباد	نوبل پوائنٹ شادی ہال نزد ڈی سی حسن چورنگی نارتھ ناظم آباد	جناب فیصل منظور
5	گلستان جوہر	سالکین بسیرا بلاک 14 نزد جوہر ڈگری کالج گلستان جوہر	سیف اللہ سیف
6	نارتھ کراچی	جامع مسجد عالمگیر میرو ڈپلازہ H-11 یوپی موڑ نارتھ کراچی	جناب نوید حزل
7	نارتھ کراچی	جامع مسجد شادمان سیکٹر B-14 شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی	طارق امیر پیرزادہ
8	اورنگی ٹاؤن	مکان نمبر 174 بلاک J-1 سیکٹر 4/F فرنیچر موڑ نزد جامع مسجد مصطفیٰ	حافظ عمیر انور

www.doratarjumaquran.pk